ماہنامہ دخترانِ اسلام لاہور

مئی 2023ء

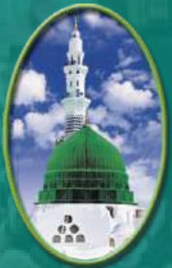

زوال پذیر معاشرتی اقدار اور قرآنی احکامات

شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہرالقادری کے علمی اور تربیتی خطابات

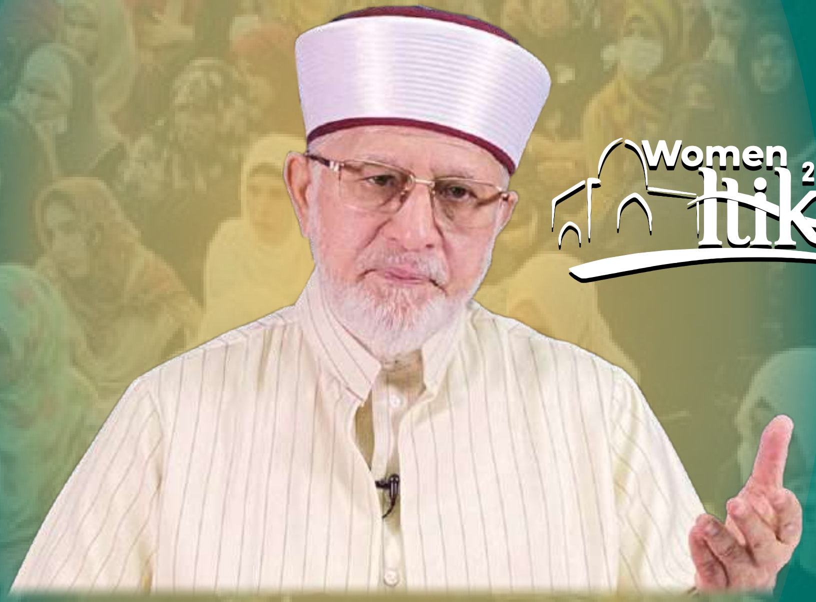

Women Itikaf 2023

- باب مدینۃ العلم
- والدین کے حقوق اور واجبات
- روّیہ اِحسان۔ ہر ایک کے ساتھ بھلائی
- نرم گفتگو اور شائستہ کلامی
- معاشی تعاون اور معاشرتی توازن
- اِنسانی معاشرے کا قتل اور اُس کی تباہ کاریاں
- پاک دامنی اور فاحشہ کاری
- اِجتماعی اَخلاقیات

ویمن شہر اعتکاف 2023ء میں شریک طالبات کے ساتھ محترمہ ڈاکٹر غزالہ حسن قادری کا خصوصی سیشن

شعبہ وائس کے تحت WOICE Iftar with Awaiting Eyes پروگرام میں محترمہ مسز فضہ حسین قادری کی خصوصی شرکت

ویمن شہر اعتکاف 2023ء میں حلقہ جات کی اختتامی تقریب سے محترمہ ڈاکٹر فرح ناز کا خطاب

خواتین میں بیداریٔ شعور و آگہی کیلئے کوشاں

ماہنامہ دخترانِ اسلام لاہور

جلد: 30 شمارہ: 5 / شوال ۱۴۴۴ھ / مئی 2023ء

زیرِ سرپرستی
بیگم رفعت جبین قادری

چیف ایڈیٹر
قرۃ العین فاطمہ

ایڈیٹر
ثناء وحید

ڈپٹی ایڈیٹر
نازیہ عبدالستار

مجلس مشاورت

نور اللہ صدیقی، ڈاکٹر فوزیہ سلطانہ، ڈاکٹر نبیلہ اسحاق
ڈاکٹر شاہدہ مغل، ڈاکٹر فرخ سہیل، ڈاکٹر سعدیہ نصر اللہ
مسز فریدہ سجاد، مسز فرح ناز، مسز حلیمہ سعدیہ
مسز راضیہ نوید، سدرہ کرامت، مسز رافعہ علی
ڈاکٹر زیب النساء سرویا، ڈاکٹر نورین روبی

رائٹرز فورم

آسیہ سیف، سعدیہ کریم، جویریہ سحرش
جویریہ وحید، ماریہ عروج، سُمیّہ اسلام

کمپیوٹر آپریٹر: محمد اشفاق انجم
گرافکس: عبدالسلام ــــ فوٹوگرافی: قاضی محمود الاسلام

فہرس

اداریہ	(یوم مئی اور مزدور خواتین کی حالت زار)		4
فکرِ شیخ الاسلام	بری صحبت کے اثرات اور ازالہ	مرتبہ: نازیہ عبدالستار	5
	فریدِ ملتؒ کا زہد و تقویٰ اور صبر و استقامت	محمد شفقت اللہ قادری	11
	ویمن شہر اعتکاف 2023ء	خصوصی رپورٹ	15
	غزوۂ احد اور اطاعتِ امیر	سمیہ اسلام	19
	اسلام اور تصوف	ڈاکٹر انیلہ مبشر	24
	خاندانی نظام میں عورت کا کردار	سعدیہ محمود	29
	معاشرتی زندگی پر سوشل میڈیا کے اثرات	پروفیسر حلیمہ سعدیہ	32
	فسادِ قلب اور اس کا علاج	سعدیہ کریم	35
	فقہی مسائل: وجوہات کی بناء پر خاندانی منصوبہ بندی جائز ہے	حافظہ سحر عنبرین	41
	Labor Domestic Violence:Causes, Challenges & Islamic Teaching	(Hadia Saqib)	48

مجلّہ دخترانِ اسلام میں آنے والے جملہ پرائیویٹ اشتہار خلوص نیت سے شائع کئے جاتے ہیں، ادارہ کی کسی کاروبار میں شراکت ہے اور نہ ہی ادارہ فریقین کے درمیان کسی بھی قسم کے لین دین کا ذمہ دار ہوگا۔

بدل اشتراک: آسٹریلیا، کینیڈا، مشرقِ بعید، امریکہ: 15 ڈالر مشرقِ وسطیٰ، جنوب مشرقی ایشیا، یورپ، افریقہ: 12 ڈالر

قیمت فی شمارہ -/60 روپے

سالانہ خریداری -/700 روپے

رابطہ: ماہنامہ دخترانِ اسلام 365 ایم ماڈل ٹاؤن لاہور فون نمبرز: 3-042-5169111 فیکس نمبر: 042-35168184

Visit us on: www.minhaj.info E-mail:sisters@minhaj.org

فرمان الٰہی

اِنَّا فَتَحْنَا لَکَ فَتْحًا مُّبِيْنًا. لِّيَغْفِرَ لَکَ اللهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِکَ وَمَا تَاَخَّرَ وَيُتِمَّ نِعْمَتَهٗ عَلَيْکَ وَيَهْدِيَکَ صِرَاطًا مُّسْتَقِيْمًا. وَّ يَنْصُرَکَ اللهُ نَصْرًا عَزِيْزًا. هُوَ الَّذِيْٓ اَنْزَلَ السَّکِيْنَةَ فِيْ قُلُوْبِ الْمُؤْمِنِيْنَ لِيَزْدَادُوْٓا اِيْمَانًا مَّعَ اِيْمَانِهِمْ ط وَلِلّٰهِ جُنُوْدُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ط وَکَانَ اللهُ عَلِيْمًا حَکِيْمًا. (الفتح: ۴۸: ۱-۴)

”(اے حبیبِ مکرم!) بے شک ہم نے آپ کے لیے (اسلام کی) روشن فتح (اور غلبہ) کا فیصلہ فرما دیا۔ (اس لیے کہ آپ کی عظیم جدّوجہد کامیابی کے ساتھ مکمل ہوجائے)۔ تاکہ آپ کی خاطر اللہ آپ کی امّت (کے اُن تمام افراد) کی اگلی پچھلی خطائیں معاف فرما دے (جنہوں نے آپ کے حکم پر جہاد کیے اور قربانیاں دیں) اور (یوں اسلام کی فتح اور امّت کی بخشش کی صورت میں) آپ پر اپنی نعمت (ظاہراً و باطناً) پوری فرما دے اور آپ (کے واسطہ سے آپ کی امّت) کو سیدھے راستہ پر ثابت قدم رکھے۔ اور اللہ آپ کو نہایت باعزت مدد و نصرت سے نوازے۔ وہی ہے جس نے مومنوں کے دلوں میں تسکین نازل فرمائی تاکہ ان کے ایمان پر مزید ایمان کا اضافہ ہو، اور آسمانوں اور زمین کے سارے لشکر اللہ ہی کے لیے ہیں، اور اللہ خوب جاننے والا، بڑی حکمت والا ہے۔“

فرمان نبوی ﷺ

عَنْ أَبِي أَيُّوْبَ رضی اللہ عنہ قَالَ: مَا صَلَّيْتُ خَلْفَ نَبِّيِکُمْ ﷺ إِلَّا سَمِعْتُهُ حِيْنَ يَنْصَرِفُ يَقُوْلُ: اللّٰهُمَّ اغْفِرْلِي خَطَايَايَ وَذُنُوْبِي کُلَّهَا، اَللّٰهُمَّ وَأَنْعِشْنِي وَاجْبُرْنِي وَاهْدِنِي لِصَالِحِ الْأَعْمَالِ وَالْأَخْلَاقِ، إِنَّهُ لَا يَهْدِي لِصَالِحِهَا، وَلَا يَصْرِفُ سَيِّئَهَا إِلَّا أَنْتَ.

رَوَاهُ الطَّبَرَانِيُّ فِي مُعَاجِمِهِ الثَّلَاثَةِ وَالْحَاکِمُ.

والطبراني في الکبير عن أبي أمامة ص ولفظه: قَالَ سَمِعْتُهُ ﷺ يَقُوْلُ فِي دُبُرِ کُلِّ صَلَاةٍ: اللّٰهُمَّ اغْفِرْلِي خَطَايَايَ وَذُنُوْبِي...... فذکر الدعاء المذکورهنا.

”حضرت ابوایوب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے جب بھی حضور نبی اکرم ﷺ کی اقتداء میں نماز پڑھی تو دیکھا کہ آپ ﷺ جب نماز سے فارغ ہوتے تو میں آپ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنتا: اے میرے اللہ! میری تمام خطائیں اور گناہ بخش دے، اے میرے اللہ! مجھے (اپنی عبادت و اطاعت کے لئے) ہشاش بشاش رکھ اور مجھے اپنی آزمائش سے محفوظ رکھ اور مجھے نیک اعمال اور اخلاق کی رہنمائی عطا فرما، بیشک نیک اعمال اور اخلاق کی ہدایت تیرے سوا کوئی نہیں دیتا اور بُرے اعمال اور اخلاق سے تیرے سوا کوئی نہیں بچاتا“۔

(المنہاج السوی من الحدیث النبوی ﷺ، ص۳۴۴،۳۴۵)

خواب

وہ کل کے غم و عیش پہ کچھ حق نہیں رکھتا
جو آج افروز و جگر نہیں
وہ قوم نہیں لائقِ ہنگامہ فردا
جس قوم کی تقدیر میں امروز نہیں
(کلیاتِ اقبال، ضربِ کلیم، ص:۱۰۲۲)

تعبیر

''اسلامی تعلیمات کی درخشندہ روایات و ادبیات اس امر پر ہیں کہ دنیا کی کوئی قوم جمہوریت میں مسلمانوں کا مقابلہ نہیں کرسکتی جو اپنے مذہب میں بھی جمہوری نقطہ نظر رکھتے ہیں۔''

(اجلاس مسلم لیگ، لکھنو 31 دسمبر 1941ء)

تکمیل

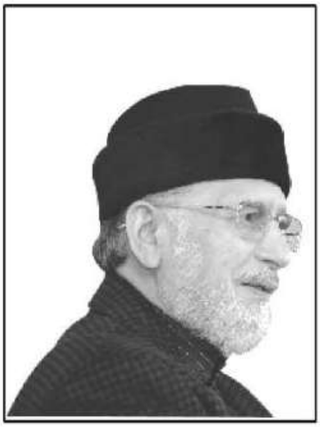

خطابت حکمت و دانائی کے بغیر ہو تو بے معنی ہے۔ اگر سینوں کا انشراح نہ ہوا ہو اور اللہ کی طرف سے حقائق نصیب نہ ہوئے ہوں تو وہاں سے لغو و فضولیات نکلتی ہیں جیسے خطاب بغیر حکمت کے کوئی معنی نہیں رکھتا۔ اس لیے حکمت بغیر خطاب کے کوئی معنی نہیں رکھتی۔ اگر اندر تو بہت کچھ ہو مگر اظہار پر قدرت نہ ہو، لوگوں کو پہنچانے کی طاقت نہ ہو تو حکمت اس کی ذات تک محدود ہو کر رہ جاتی ہے۔ وہ مخلوق خدا کو فائدہ نہیں پہنچاتا۔

(خطاب بعنوان: خطابت نبویؐ: ماہنامہ دختران اسلام)

اداریہ

یوم مئی اور مزدور خواتین کی حالت زار

یکم مئی کو ہر سال مزدوروں کے عالمی دن کے طور پر منایا جاتا ہے۔ ہر سال اس روز مختلف تنظیمیں، فیڈریشنز، تحریکیں، سیاسی و سماجی جماعتیں مزدوروں کے ساتھ اظہار یکجہتی کرتی ہیں اور مزدوروں کے معاشی مسائل کے حل کے لئے مختلف پیرائے میں جاری کوششوں اور کاوشوں کو تیز کرنے کا عزم کرتی ہیں۔ اس امر سے بہت کم لوگ واقف ہیں کہ شکاگو میں مزدوروں کے اوقات کار کے تعین کے حوالے سے جو تاریخی احتجاج ہوا تھا اس میں خواتین صف اول میں کھڑی ہوئی تھیں جہاں مردوں نے جانی قربانیاں دی تھیں وہاں خواتین بھی اس وقت ریاستی جبر و تشدد کا دیوانہ وار سامنا کر رہی تھیں۔ شکاگو کے شہدا کی قربانیوں کے طفیل بالآخر اوقات کار کے تعین والا مطالبہ تسلیم کیا گیا اور مرد وزن مزدوروں کو بالآخر انسان سمجھا گیا اور بتدریج مزدوروں کے سروس سٹرکچر، سہولیات کے متعلق بین الاقوامی مباحثہ کا آغاز ہوا۔ اگرچہ بین الاقوامی کنونشنز میں مزدوروں کے حقوق کو تحفظ دیا گیا تاہم 1886ء کے زمانے میں کارخانہ دار کی مزدوروں کے معاملے میں جو استحصالی سوچ تھی وہ کسی نہ کسی شکل میں آج بھی موجود ہے۔ آج بھی انٹرنیشنل لیبر لاز کے مطابق مزدوروں کو ان کا حق نہیں دیا جاتا۔ دوران ملازمت بین الاقوامی سٹینڈرڈ کے مطابق انہیں سہولیات میسر نہیں ہوتیں۔ ملازمت سے جبری برخاستگی اور واجبات کی ادائیگی سے انکار کا رویہ عام ہے۔ ترقی پذیر ممالک نے مزدوروں کی رجسٹریشن نہیں ہونے دی جاتی جس کی وجہ سے مزدوروں کے ساتھ ہونے والی زیادتی کی کسی جگہ پر شکایات ریکارڈ پر نہیں آپاتی اور یوں مل مالک، کارخانہ دار، صنعت کار، فیکٹری مالک مزدور کا کھلے بندوں استحصال کرتا رہتا ہے۔ یہاں اس بات کا تذکرہ از حد ضروری ہے کہ مزدوروں کے حقوق کا باضابطہ اعتراف ہالینڈ کے شہر ایمسٹرڈم میں 1904ء میں کیا گیا جبکہ اسلام نے 14 سو سال قبل مزدور کو اللہ کا دوست قرار دیا اور آپ ﷺ نے کرہ ارض کا سب سے پہلا مزدور چارٹر یہ فرما کر جاری کیا کہ مزدور کو اس کا پسینہ خشک ہونے سے پہلے اس کی مزدوری ادا کر دی جائے۔ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا مزدوروں سے ان کی طاقت سے زیادہ کام نہ لیا جائے اور آپ ﷺ نے فرمایا مزدوری پہلے سے طے کر لی جائے اور پھر اپنے وعدہ پر ثابت قدم رہو۔ آپ ﷺ نے فرمایا اللہ پاک ارشاد فرماتا ہے کہ میں قیامت کے دن تین افراد کا مقابل ہوں گا (یعنی سخت سزا دوں گا): (1) ایک وہ شخص جو میرے نام پر وعدہ دے پھر عہد شکنی کرے (2) وہ شخص جو کسی آزاد انسان کو بیچ دے اور پھر اس کی قیمت کھالے (3) وہ شخص جس نے کوئی مزدور اُجرت پر لیا اور پھر اس سے کام تو پورا لیا لیکن اس کی اُجرت اسے نہ دی۔ مزدوروں کے جانی، مالی و طبّی مفادات کا محافظ سب سے بڑا دین اسلام ہے۔

یکم مئی صرف مردوں کا ہی نہیں بلکہ محنت کش عورتوں کا بھی دن ہے جو مردوں کے برابر معاشی میدان میں اپنا کردار ادا کر رہی ہیں۔ اس کے ساتھ ساتھ مزدور خواتین اپنے گھریلو اور عائلی فرائض بھی خوش اسلوبی سے انجام دے رہی ہیں۔ یہ حقیقت بھی ناقابل تردید ہے کہ خواتین شوق سے مزدوری نہیں کرتیں انہیں اپنے گھر بار کے معاشی معاملات چلانے کے لئے معاشی سرگرمیوں کا حصہ بننا پڑتا ہے۔ اگرچہ پاکستان اسلام کے نام پر حاصل کیا گیا اور آئین پاکستان کے اندر خواتین کے ساتھ حسن سلوک کیے جانے اور ویمن امپاورمنٹ کے حوالے سے آرٹیکلز موجود ہیں مگر مردوں کے خواتین کے حوالے سے استحصالی رویے تبدیل نہیں ہوئے۔ خواتین کو کسی سطح کے سماجی انصاف کی ضرورت ہو، روزگار کی ضرورت ہو، روزگار کے تحفظ کا معاملہ ہو یا پوری اجرت ادا کیے جانے کا مسئلہ ہو ہر جگہ خواتین کو امتیازی رویوں کا سامنا کرنا پڑتا ہے جو کہ آئین و قانون کے برخلاف ہے بلکہ مصطفوی تعلیمات کی بھی خلاف ورزی ہے۔ آج بھی فیکٹریوں، کارخانوں میں خواتین کو اعلان شدہ سرکاری معاوضہ ادا نہیں کیا جاتا اور بطور مزدور انہیں حقوق اور تحفظ میسر نہیں ہیں۔ جو لوگ مزدور کا استحصال کرتے ہیں ان کی حیثیت سے زیادہ ان سے کام لیتے ہیں اور ان کو پورا معاوضہ ادا نہیں کرتے وہ آئین اور قانون کے تو مجرم ہیں ہی اس کے ساتھ ساتھ وہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے بھی مجرم ہیں۔ (ایڈیٹر: دختران اسلام)

بری صحبت کے اثرات اور ازالہ

جدید ذرائع ابلاغ کی وجہ سے نیکی اور برائی تک رسائی بڑھ گئی

شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری کا خصوصی خطاب

مرتبہ: نازیہ عبدالستار

اس وقت ہم ایک ایسے دور میں داخل ہو گئے ہیں کہ قیامت سے قبل کی جو علامات ہیں ان میں سے علامات صغریٰ یعنی چھوٹی نشانیاں ہیں اور جن کے لیے زمانے کا کوئی تعین نہیں کہ یہ کتنی طویل مدت تک اپنے اپنے وقت میں ظاہر ہوتی رہیں گی۔ اُن علامات صغریٰ کے ظہور کا زمانہ شروع ہو چکا ہے اور اس کے بعد پھر کسی زمانے کا تعین کرنا درست اور جائز نہیں ہے اللہ رب العزت کے ہاں اس کا علم ہے کہ کتنی مدت گزر جائے۔ لیکن اس بات میں کوئی شک نہیں کہ حضور علیہ الصلاۃ والسلام نے جن علامات کا بیان فرمایا ان میں سے کئی علامات دو جمع دو چار کی طرح ہماری آنکھوں کے سامنے ہیں۔

ایسے حالات میں انسان کے ایمان کے عقیدہ، دین پر، مسلمانوں کے اعمال، ان کے افکار، ، ظاہری اور باطنی عملی اور فکری دونوں طریق سے بے شمار حملے شروع ہو جاتے ہیں۔ جن حملوں سے مسلمان کا ایمان انفرادی طور پر اور امت مسلمہ کا اجتماعی طور پر کمزور اور متزلزل ہو رہا ہے۔ نفس شیطان اور دنیا کی طرف سے بھی حملہ ہے۔ مگر یہ تین حملے ایسے ہیں کہ ہمیشہ جب سے انسان کی تاریخ کا آغاز ہوا ہے ان تین قسموں کے حملے تو ہمیشہ سے جاری ہیں۔ انسان تو نفس کے ساتھ ہی وجود میں آیا ہے۔ شیطان نے اول روز سے مہلت لے رکھی ہے۔ نفس داخلی حملہ کرتا ہے شیطان خارجی حملہ کرتا ہے۔ بہت سارے روپ دھار کر اور بہت سارے طریقوں سے حملہ کرتا ہے۔ نفس کے حملے کی بے شمار شکلیں اور بے شمار فورمز ہیں۔

تینوں قسموں کے حملوں کو قرآن مجید میں جا بجا کہیں اجمالاً اور کہیں تفصیلاً بیان کیا گیا ہے۔ اب ان حملوں میں شدت آ گئی ہے۔

اب پوری دنیا کا گلوبل ولیج بن جانے کا مطلب یہ ہے کہ اب جو کچھ امریکہ میں ہو رہا ہے وہ لاہور میں بیٹھا ہوا آدمی بھی ہر روز براہ راست اثر لے رہا ہے جو مغرب میں ہو رہا وہ مشرق میں بیٹھا ہوا آدمی بھی لے رہا ہے۔ اس بات سے میرا اشارہ ٹی وی کی طرف ہے۔ کمیونیکیشن اور الیکٹرانک میڈیا کی طرف ہے اور سب سے بڑھ کر انٹرنیٹ کی طرف ہے۔ کمپیوٹر کی طرف ہے۔ ایک چھوٹی سی سکرین آپ کے سامنے ہے۔ اور اس سکرین پر ساری دنیا کو دیکھ رہے ہیں کہ کیا ہو رہا ہے۔ خیر بھی اسی پہ آ رہا ہے اور شر بھی اسی پر آ رہا ہے۔ اور کوئی روک ٹوک نہیں۔ اور اب اس سے بڑھ کر وہ اتنی سکرین کا جو میں نے اشارہ کیا اب وہ پوری دنیا کی معلومات اور احوال اور اثرات اس سکرین سے سمٹ کر وہ چھوٹے سے موبائل فون کی سکرین پر بھی آ گئے ہے۔ یہ جو موبائل فون چھوٹا سا ہے یہ بھی کمپیوٹر کا کام دے رہا ہے۔ اب ایسے موبائل فون بھی ہیں کہ اس میں سارا سارا کمپیوٹر بھی ہے اس میں انٹرنیٹ بھی تجارت بھی سب کچھ اسی سکرین پر ہو رہا ہے۔ اور آنے والے وقتوں میں یہ جو ٹی وی چینلز ہے اس کی تکلیف بھی نہیں رہے گی کہ ٹی وی کے کنکشنز اور چینلز لیں۔ سارا کمپیوٹر کے اوپر ہی کنکشن لگا کے کام کرتے رہیں گے۔ اس سے آگے بڑھ جائیں۔

جس طرح ٹیکنالوجی ڈویلپمنٹ ہو رہی ہے اور اس کے کچھ خوشگوار اور مثبت فوائد انسانیت کو اور سوسائٹی کو مل رہے ہیں۔ اور

اس سے زیادہ رفتار کے ساتھ منفی اثرات اور نقصان دہ پہلو بھی اس سے زیادہ رفتار کے ساتھ انسان کو مل رہے ہیں۔ اگر آپ پہلے کہتے تھے کہ بچوں کو ان کو بری صحبت سے بچائیں اب صحبت اچھی اور بری بچوں کے ہاتھ میں ہے۔اب اچھی اور بری صحبت گھر کے ٹیبل پر ہے اور بچوں کے کمروں کے اندر ہے تو تنہا ایک بچہ اور بچی بھی صحبت میں ہے۔ ٹیکنالوجی نے اس جگہ پہنچا دیا ہے۔لا محالہ سائنس میں ٹیکنالوجی میں، نالج میں جہاں ایکسس (پہنچ) بڑھ گئی ہے وہاں ہر قسم کی برائی تک بھی ایکسس اسی حساب سے بڑھ گئی ہے۔

اب جب برے اثرات اتنے طاقتور ہو گئے ہیں پہلے زمانہ تھا کہتے تھے کہ شر سے بچنے کے لئے ایمان کی حفاظت کے لئے بعض لوگوں کو خلوت میں جانا پڑ جائے گا وہ خلوت نشین ہوں گے تو برائی سے بچیں گے۔اب تو خلوت خود جلوت بن گئی ہے اور تنہائی خود صحبت ہو گئی ہے اب کوئی بچ کے جائے تو کہاں جائے۔ ایسے حالات میں دین اور ایمان کی حفاظت کا طریقہ کیا ہو۔اس کی ٹیکنیک کیا ہو اس کا راز کس شے میں ہے۔آسان طریقہ اتنے بڑے جو ملٹی ڈائمنشنل اٹیک ہو رہے ہیں اور ہر وقت ایمان خطرے میں ہے۔ تو اس سے بچاؤ کی سبیل کیا ہو۔

میں بہت غور و خوص کر کے اس نتیجے پر پہنچا کہ ہر شخص اب ایک صحبت میں ہے۔اگر سکول میں ہے تو اسکول بھی صحبت ہے۔کالج، یونیورسٹی، تعلیمی ادارے بھی صحبت ہے اور جو کاروبار کر رہا ہے ٹریڈ میں، بزنس میں، انڈسٹری میں ہے تو وہ بھی ایک صحبت میں ہے۔اس کا صبح سے شام تک لین دین ہے تو جب ہر روز بارہ چودہ گھنٹے جب ان کے ساتھ گزریں گے تو وہ ایک خاص قسم کی بولی سنے گا اور خاص قسم کی اس کی ڈویلپمنٹ ہو گی اور سوچ کیا ہو گی جب وہ بزنس میں ہے تو اس کی سوچ صبح سے لے کے شام تک مالی نفع کیسے حاصل ہو کمانا کیسے ہے یہ اس کی تھنکنگ ہے۔اس لیے کہ بزنس کا بنیادی سکوپ ہی یہ ہے۔اگر ایک آدمی کمانے کے لئے بزنس نہیں کر رہا تو گنوانے کے لیے تو نہیں کرتا تو بزنس کی سائیکالوجی بھی یہ ہے کہ اس طریقے سے بزنس کریں، اس طریقے سے پروڈکشن کریں، اس طریقے سے مارکیٹنگ کریں اس طریقہ سے سیلنگ کریں کہ اس کو نفع ملے اور نفع سے مراد سادہ بات ہے کہ پیسے کا نفع ہے نوٹوں کا نفع ہے۔

یہ کسب معاش ہے جو جائز ہے۔ لیکن میں ایک لطیف بات ہر طبقہ کیلئے سمجھا رہا ہوں کہ جب اس کا یہ کسب معاش ہے تو یہی سوچے گا کہ نفع آئے ورنہ تو معاش ہی چلی جائے گی تو سوچئے کہ جب سارا دن اس کا اسی امر میں گزرا کہ مادی منافع پیسے کا نفع ، معاش کا نفع کیسے کماؤں تو یہ اس کی سائیکالوجی بن گئی۔ یہ سوچ رات کو بستر پر بھی اس کو دامن گیر ہو جائے گی کہ اس سودے میں نقصان آگیا ہے اب اس کو کس طرح کور کرنا ہے۔اس کی ساری سوچ میں وہ معاش غالب آگیا۔

تو یہ اس کی فکری، ذہنی اور عملی رات دن کی صحبت بن گئی اور اس کی صحبت کا نیٹ رزلٹ کیا مل رہا ہے کہ وہ مالی منفعت کا ہی سوچ رہا ہے۔ صرف اور صرف اس کا جو کاروبار اس کی صحبت بن گیا جو سارا دن اس کو آخرت کے خیال سے دور رکھے گا۔

کاروبار میں کئی ایسے طریقے اس کو اپنانے پڑ جاتے ہیں جو طریقے دین، اخلاق اور تقویٰ اور ایمان اجازت نہیں دیتا ۔وہ اس کی مجبوریاں بن جاتی ہیں ایسی سوسائٹیز اور ایسے سسٹم کہ خالص ایمانداری کے ساتھ ، تقویٰ کے ساتھ وہ زندہ بھی نہیں رہ سکتا تو آپ نے دیکھا کہ کاروبار کی صحبت کے اس پر اثرات کیا ہوئے۔ سکول میں گئے۔اب سکول ایک صحبت ہے۔ کالج یونیورسٹی، بچے بچیوں کی صحبت ہے اگر آپ اپنے بچوں کو گھر میں برائی نہ دیکھنے دیں تو سارا دن انہوں نے ان بچے بچیوں کے ساتھ جا کے گزارنا ہے جو اپنے گھروں میں رات دن برائی دیکھ کر آئے ہیں تو انہوں نے ہر وہ چیز آپ کے بچوں سے شیئر کرنی ہے ڈسکس کرنی ہے پھر سارے اسکول کا ایک ماحول ہے ۔اساتذہ کے اثرات ہیں خواتین ہیں مرد ہیں ان کا ایک ماحول ہے۔ان کے اثرات بچوں پر ہوتے ہیں۔ لڑکے لڑکیوں کا آپس میں ملنا جلنا ان کے اثرات ہیں۔ فنکشنز ہوتے ہیں۔ سوسائٹی کا ایک کلچر ہے تو وہ بھی ایک صحبت ہے۔ ہر وقت کی صحبت ہے اور گھر میں آکے کمپیوٹر آپریٹ کرتے ہیں تو کمپیوٹر پر ساری صحبتیں ان کو مل جاتی ہیں۔

اسی طرح دفاتر ہیں ہر دفتر میں ایک ماحول ہے ایک صحبت ہے۔ سرکاری ملازمت میں ہر شخص ایک صحبت میں ہے۔اس کا کام خود ایک صحبت ہے۔اس کی فائلیں خود ایک صحبت ہیں۔اس کے ارد گرد بیٹھے ہوئے افسران اور اس کے جو شرکاء کار ہیں دفتر میں وہ دفتر خود ایک صحبت ہے۔اس کا افسر بھی ایک صحبت ہے۔اس کے ماتحت میں صحبت ہے۔اسی طرح پورا ماحول بھی ایک صحبت ہے۔

مذہبی طبقات میں سے بھی ہر فرد ایک صحبت میں ہے۔ ان کا مخصوص ایک ماحول ہے۔ان کا اپنا سوچنے کا انداز ہے۔اپنی ضروریات زندگی ہیں۔ان کی کفالت نہیں ہوتی وہ اتنی زیادہ نہیں ہیں۔ بچوں کو پڑھانے کے قابل بھی نہیں۔ وہ ساری چیز یکے بعد دیگرے ان کی شخصیت میں ایک نفسیات لاشعوری طور پر ڈویلپ ہوتی چلی جاتی ہیں۔ تو ماحول بندہ چاہے یا نہ چاہے ماحول ضرورت بن کر بندے کے اندر شخصیت کو بدلنے میں اپنے اثرات ڈالتا ہے ۔حالات خود بندے کی شخصیت کو بدلتے رہتے ہیں۔

وہ یہ کہ صحبت بد کے اثرات کا ازالہ صرف اور صرف صحبت نیک کے ذریعہ ہو سکتا ہے۔ صحبت کا توڑ صحبت کے ذریعے ہی ہو گا۔ میں نے بہت سوچا ہے اس کے علاوہ میں نے قرآن و حدیث میں، آقا علیہ الصلاۃ والسلام کی سیرت طیبہ میں، سنت میں اور اولیاء کرام کی تعلیمات میں ،تاریخ کے اثرات میں ،معاشرتی معاملات میں ہر ہر علم کی ہر ہر جہت پر میں نے غور کر کے نچوڑ بتایا ہے۔ کہ صحبت کے اثرات کا ازالہ صحبت سے ہی ہو گا۔اس کا اور کوئی توڑ نہیں اور یہ وہ قاعدہ ہے کہ انسان تمام عقل و شعور کی جہتیں اور مطالعہ، مشاہدہ اور تجربہ بروئے کار لا کر ایک نتیجہ پر پہنچتا ہے تو اللہ رب العزت نے وہ بات پہلے سبق میں ہی دے دی۔ باری تعالیٰ ہمیں سیدھی راہ دکھا۔

صِرَاطَ الَّذِينَ أَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ (الفاتحہ ،1: 6)

ان لوگوں کا راستہ جن پر تو نے انعام فرمایا۔

اگر سیدھی راہ پر رہنا ہے اور ہدایت کو قابو کرنا ہے تو پھر انعام یافتہ بندوں کی صحبت رکھو۔

غَيْرِ الْمَغْضُوبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّالِّينَ (الفاتحہ ،1: 7)

ان لوگوں کا نہیں جن پر غضب کیا گیا ہے اور نہ (ہی) گمراہوں کا اور جس پر اللہ کا غضب ہوا اور گمراہ ہو گئے۔

نیک صحبت میں آجاؤ اور بری صحبت سے بچو۔ اب اس میں جو اشارہ ہے کہ اگر نیک صحبت میں رہے اور بری صحبت سے بچیں تو یہ بھی ایک علاج ہے اور دوسرا علاج یہ کہ آپ نے دیکھا کہ بری صحبت سے بچنے کا ذکر پہلے نہیں کیا یہ نہیں فرمایا کہ غضب یافتہ اور گمراہ ہو جانے والوں کی صحبت سے بچو اور انعام یافتہ بندوں کی صحبت میں رہو اس لیے کہ وہ خالق ہے وہ جانتا ہے کہ ایک زمانہ وہ بھی آجائے گا کہ جس صحبت سے بچانا ہے وہ صحبت چمٹ جائے گی۔

> اگر آپ چاہتے ہیں بری صحبت کے اثرات سے زندگی بچ جائے اور ایمان محفوظ ہو جائے تو نیک صحبت اختیار کریں جس کے ذریعے ایمان کی حفاظت ہونی ہے۔ جتنی جامع، ہمہ گیر اثرات والی صحبت بد ہے جس میں ہم گھر گئے ہیں دنیا میں اسی طرح جامع، ہمہ گیر اثرات رکھنے والی نیک صحبت بھی ہونی چاہیے۔تاکہ ذہن کے ذریعے بھی اس بد صحبت کو رد کرنے کا سامان مل سکے۔ اگر اس صحبت کا اثر دل پر ہو جائے جذبات پر تو جذباتی طریق سے بھی اس صحبت سے بچاؤ کا سامان میسر ہونا چاہیے۔ اگر اس کے اثرات آپ کے عمل پر ہو جائیں تو عملی طریق سے بھی بچاؤ کا سامان ہونا چاہیے۔ اگر سائیکالوجیکلی بھی ہو رہی ہے تو سائیکالوجیکل دفاع کا سامان بھی میسر ہونا چاہیے۔اخلاقی اثرات ہو رہے ہیں تو اخلاقی سامان ہونا چاہیے۔ روحانی اثرات ہو رہے ہیں تو روحانی دفاع ہونا چاہیے

تو اللہ تعالیٰ نے دوسرا راز جو اس کے اندر مخفی دیا۔ فرمایا کہ صحبت بد کے اثرات سے بچ بھی نہ سکے تو اس کا علاج بھی اس میں ہے کہ اس کے توڑ کے لیے پہلے صحبت نیک کو اختیار کر لے۔ اگر

صحبت صالح کو اختیار کر لے تو یہ امر مجبوری اس کی باقی ساری زندگی کسی بھی قسم کی ایسی صحبت بھی پھنسی رہے کہ جس کے اثرات برے اس پر پڑے تو اگر جتنی طاقتور صحبت صالح ہو گی وہ اس کو خود بخود ڈیفنڈ کرتی رہے گی اور اس کے اثرات کو بھگاتی رہے گی۔ اگر ایکشن اور ری ایکشن سائنس میں کہتے ہیں وہ برابر ہوتے ہیں عام طور پر اگر وہ برابر چلیں تو پھر کچھ نہیں بنتا۔ اگر آپ ایک پلڑے میں جانا چاہتے ہیں اور دوسرے پلڑے سے بچنا چاہتے ہیں ۔ تو پھر جس ایک پلڑے میں جانا چاہتے ہیں دوسرے پلڑے سے زیادہ طاقتور ہونا چاہیے۔

یہ فطری بات ہے اور سائنسی وعلمی بات ہے کہ دو آدمی لڑ رہے ہیں نا دونوں کی طاقت برابر ہو تو کیا معلوم ہو کون گرا لے تو آپ چاہتے ہیں کہ فلاں ہار جائے اور یہ جیت جائے تو تب ہی جیتے گا جبکہ اس کے پاس ہنر زیادہ ہو۔ جس کا ہنر، جس کی طاقت اور قوت زیادہ ہو گی وہ ہی جیتے گا۔

اگر آپ چاہتے ہیں بری صحبت کے اثرات سے زندگی بچ جائے اور ایمان محفوظ ہو جائے تو نیک صحبت اختیار کریں جس کے ذریعے ایمان کی حفاظت ہوتی ہے۔ جتنی جامع، ہمہ گیر اثرات والی صحبت بد ہے جس میں ہم گھر گئے ہیں دنیا میں اسی طرح جامع، ہمہ گیر اثرات رکھنے والی نیک صحبت بھی ہونی چاہیے۔ تاکہ ذہن کے ذریعے بھی اس بد صحبت کو رد کرنے کا سامان مل سکے۔ اگر اس صحبت کا اثر دل پر ہو جائے جذبات پر تو جذباتی طریق سے بھی اس صحبت سے بچاؤ کا سامان میسر ہونا چاہیے۔ اگر اس کے اثرات آپ کے عمل پر ہو جائیں تو عملی طریق سے بھی بچاؤ کا سامان ہونا چاہیے۔ اگر سائیکالوجیکلی بھی ہو رہی ہے تو سائیکالوجیکل دفاع کا سامان بھی میسر ہونا چاہیے۔ اخلاقی اثرات ہو رہے ہیں تو اخلاقی سامان ہونا چاہیے۔ روحانی اثرات ہو رہے ہیں تو روحانی دفاع ہونا چاہیے

ایک ہمہ جہتی دفاع ہونا چاہیے اس صحبت خیر کے پاس تاکہ دشمن جس کے ذریعے سے بھی حملہ آور ہو اسی قسم کا اختیار ادھر دستیاب ہو کہ آپ روک سکیں۔ جب زمانہ صرف ٹینک کے ساتھ لڑائی کا تھا تو ٹینک کا جواب ٹینک کے ساتھ ہو جاتا تھا۔ اب آپ صرف ٹینک لے کر پھر رہے ہوں تو اس سے دفاع ٹینک کی زمینی لڑائی کا تو ہو رہا ہے۔ مگر دشمن اب ایئر فورس اس کی بڑی طاقتور ہو رہی ہے تو حملہ وہ فضائی کر رہا ہو اور آپ کے پاس دفاع کا سامان صرف بندوقوں کا اور ٹینکوں کا رہ جائے تو فضائی حملے کا جواب تو نہیں ہو گا۔ لہذا اگر فضائی حملہ ہو تو پھر آپ کے پاس بھی فضائی حملے سے دفاع کا سامان ہو۔ اگر بحری حملہ ہو تو بحری دفاع کا سامان ہو۔ بری حملہ ہو، زمینی تو زمینی طریق سے مطلب کہ جس طرح لیس ہے دشمن یعنی شر اور شیطان جتنا لیس ہے برے حملوں کے لیے اسی طرح آپ کی صحبت خیر بھی اسی طرح لیس ہو ہر قسم کے سامان سے تو پھر دفاع بھی ہو گا اور اس کے اثرات بھی زائل ہو نگے۔ سو میں یہ پیغام دینا چاہتا ہوں کہ آج کے دور اور آنے والے دور میں میری دانست میں کوئی گھرانہ اور کوئی فرد اگر تنہا رہے گا تو وہ اپنے یا اپنی نسلوں اور اگلی نسلوں کے ایمان کی دین کی اس تیز رفتاری سے خرابی کے بڑھتے ہوئے ماحول میں اگلی نسلوں کے ایمان کی بھی حفاظت کوئی نہیں کر سکے گا۔ اور اگلی نسلوں کے ایمان کی حفاظت ہو تو حملہ بڑا اجتماعی ہے تو اجتماعی حملے میں ایک فرد تنہا رہ کر کس طرح کر سکتا ہے ایک بندہ تو ایک بندے سے ہی لڑ سکتا ہے حملہ سو بندے کر دیں اور وہ تنہا اس کے پاس اپنی فوج نہ ہو 200 افراد کی یا سو افراد کی تو وہ لڑ بھی نہیں سکتا۔ حملہ ہو رہا ہے سو افراد، سو جہتوں سے تو تنہا رہ کر دو بندوں سے ایک اکیلا بندہ کیا لڑے گا۔ لہذا اگر اجتماعی حملہ ہے تو ایک اجتماعی نسبت اور اجتماعی نظم ہی آپ کے ایمان کو اگلی نسلوں میں بچائے گا۔ فرد تنہا رہ کر نہیں بچا سکے گا۔ لہذا لازمی ہے کہ وہ کسی ایسے تعلق کے ساتھ اور کسی ایسے ادارے کے ساتھ جڑ جائے کسی ایسے چینل کے ساتھ جڑ جائے کسی ایسے تعلق میں یا نسبت میں اپنے آپ کو مربوط کر لے۔ وہ ربط پیدا کر لینا صرف مربوط ہونا نہیں ہے مضبوط ہونا ہے۔ آپ جب کسی سے اس دور میں مربوط ہوں گے تم مت سمجھیں کہ فقط مربوط ہو گئے ہیں نہیں مضبوط ہو گئے ہیں ۔ ایسا ربط کسی ایسی جگہ پیدا کر لیں جو ربط آپ کو سارا سامان دے سکے اور اگلی نسلوں کے ایمان کی حفاظت کر سکیں۔ اس کے اندر اتنا پوٹینشل ہو۔

جو سب سے بہتر جگہ مربوط اور مضبوط ایمان کے لئے نظر آئے۔ وہاں منسلک ہوں مگر ہوں ضرور۔ میں نے فارمولہ آپ کو دے دیا ہے آپ کو ایک سکیم ایک میتھڈالوجی سمجھادی ہے آپ دیکھیں، ناپے تولیں، سوچیں، سمجھیں، قریب ہوں دیکھیں کتنے سامان کی اگلی کس قسم کے سامان کی ضرورت ہوگی کیا سب سامان (موجود) ہے۔ کیا سب ہتھیار (موجود) ہیں۔ جتنے حملے ہوں جو ایمان کو متزلزل کر سکتے ہیں کیا وہ سارے حملوں کے دفاع کے لئے سارا سامان اسلحہ ہے جو ایمان کی حفاظت کرے۔

وہ سامان مطالعہ ہیں، کتب ہیں، خطابات ہیں، نصیحتیں ہیں، گھر لے آئیں اور فیملی کو بچوں کو ہر وقت پڑھائیں، سنائیں گھر میں ایک ماحول پیدا کریں۔ محض یہ کہنا کہ ہم فلاں سے منسلک ہیں منہاج القرآن سے منسلک ہیں یا میرے ساتھ آپ کا تعلق رشتہ محبت کا ہے یا کسی اور جگہ سے منسلک ہیں۔ محض منسلک ہونا اگلی نسلوں کو نہیں بچائے گا آپ کے دیکھتے ہی دیکھتے کتنے گھرانوں کی اگلی نسلیں راہ سے بہہ گئیں۔ نہیں منسلک ہونا جو میں زور دے رہا ہوں وہ ایسا منسلک ہوں کہ وہ صحبت پیدا کریں۔ جسمانی طور پر ملے یا نہ ملے ملاقات ہو یا نہ ہو 25 سال بعد ہی ہو جائے ملاقات مگر ملاقات نہ ہونے کے باوجود بھی آپ ہر وقت صحبت میں رہیں۔ ملاقات میسر نہ ہونے کے باوجود بھی آپ صحبت میں رہیں کیوں کہ صحبت کے ذریعے آپ نے صحبت بد کے اثرات کو ختم کرنا ہے۔

وہ سامان لے آئے اسلحہ آپ کو ملتا رہے، پیاس بجھتی رہے، تسکین ہوتی رہے، حفاظت ہوتی رہے ایسی جگہ کا چناؤ کریں جہاں سے یہ سامان دستیاب ہو۔ اور پھر آپ اور آپ کے خاندان یہ میسج دے جو شخص بھی یہ فکر رکھتا ہے کہ ہمارا اور ہماری نسلوں کا ایمان بچ جائے بس اتنی فکر اگر کسی کو ہے تو اس تک میرا یہ پیغام ضرور پہنچا دیں۔ میری گفتگو کی کیسٹ لے لیں اور اس کو سنا دیں۔ بس میری تو اتنی بات ہے ہمارا تو دعویٰ نہیں ہے ہم ایک نوکری کر رہے ہیں۔ اگر انہوں نے قبول کر لی تو اچھی کہلائے گی۔ اگر عمر بھر کی ساری نوکری کر کے بالآخر فیصلہ یہ ہوا قبول نہیں رد کرتے ہیں تو اچھی نہیں ہے۔

> میں اتنی بات ضرور کہتا ہوں کے آگے آنے والے حالات میں تنہا کوئی فرد یا کوئی گھر اپنی نسلوں کا ایمان نہیں بچا سکے گا۔ اجتماعی بدی کے حملے کے حالات میں ایمان اجتماعیت سے ہی بچے گا۔ ہر شخص کسی نہ کسی تنظیم سے منسلک ہو جائے جہاں سے اس کو نمی ملے، تری ملے اس کو سامان ملے آقا علیہ الصلاۃ والسلام کے فیض کی خیرات ملے۔ ایمان کی حفاظت کا اہتمام ملے۔ وہ کون سی جگہ ہے اس کا فیصلہ وہ خود کرلے۔ مگر میری نصیحت اتنی ہے جس جگہ کو مضبوط تر اور بہتر سمجھے وہاں منسلک ہو جائے اور خود کو اور گھرانے کو اس میں شامل کرے۔ اس سے بھی انشاءاللہ آپ کا اپنا ماحول بنے گا۔ آپ کی صحبت بنے گی۔ اور گھروں کا ماحول بدلے گا

ایک صوفی تھا، درویش کوئی جنگل میں کہیں سے سفر سے آرہا تھا ایک درویش حضور سیدنا غوث الاعظم کے فیوضات سے مالا مال تھا۔ مگر صوفی اور درویش اپنا اللہ اللہ کرتا ہوا جنگل سے گزر رہا تھا۔ تاتاریوں کا ایک پرنس شہزادہ سمجھ لیں تاتاریوں کا، چنگیز یوں کی اولاد میں سے ایک قبیلے کا سربراہ تو اس کا نام تھا عثمان۔ عثمان تو نام بعد میں ہوا تو وہ ایک شکار کر رہا تھا اب چونکہ انہوں نے حملہ کیا تھا اسلام پر تو ان کو چیڑ تھی مسلمانوں کی شکل سے بھی، صوفیاء، اللہ والوں سے بھی، داڑھی سے، عمامہ سے اس لباس سے بھی چڑ تھی۔ اس نے دیکھا ایک درویش آرہا ہے ایک صوفی آرہا ہے اس نے سمجھا کہ یہ کوئی مسلمانوں کا رہبر ہے اس کے دل میں آیا کہ میں اسے زدوکوب کروں، کوڑے ماروں، سزا دوں۔ اپنے اندر کا جو بغض و عناد تھا اس کی تسکین ہو اس کو مار کر ضرب دوں۔ وہ اس کے پاس چلا گیا اسے روکا بلایا۔ روک کے اس درویش صوفی سے پوچھا اس کے پاس شکاری کتے بھی تھے شکار کرنے نکلا تھا اس سے پوچھا کہ بتاؤ تمہاری داڑھی اچھی ہے یا میرے کتے کی دم۔ اس کا خیال تھا کہ یہ ان کے پیغمبر کی سنت ہے

جوش میں آجائے گا اور پھر جوش میں آکر مجھے گالی دے گا، لپکے گا، غیظ و غضب میں آئے گا اور میں پھر رد عمل میں اپنے کوڑے نکال کر اپنے غضب کی تسکین کروں گا۔ وہ درویش تھا اللہ والا تھا اس نے جواب میں کہا سوال سن کر اس نے کہا ہاں بھائی جن کی خاطر یہ رکھی ہے اگر تو اگلے جہان مرنے کے بعد انہوں نے اس کو قبول کر لیا اگر قبول کر لیا تو پھر یہ داڑھی اچھی ہے اگر قبول نہ کیا تو بھائی تمہارے کتے کی دم اچھی ہے۔

جو سب سے بہتر جگہ مربوط اور مضبوط ایمان کے لئے نظر آئے۔ وہاں منسلک ہوں مگر ہوں ضرور۔ میں نے فارمولہ آپ کو دے دیا ہے آپ کو ایک سکیم ایک میتھڈالوجی سمجھا دی ہے آپ دیکھیں، ناپے تولیں، سوچیں، سمجھیں، قریب ہوں دیکھیں کتنے سامان کی، کس قسم کے سامان کی ضرورت ہو گی کیا سب سامان (موجود) ہے۔ کیا سب ہتھیار (موجود) ہیں۔ جتنے حملے ہوں جو ایمان کو متزلزل کر سکتے ہیں کیا وہ سارے حملوں کے دفاع کے لئے سارا سامان اسلحہ ہے جو ایمان کی حفاظت کرے

اس نے جب یہ جملہ سناؤ اسی ایک جملے سے اس کے دل کی کایا پلٹ گئی وہ اس نے اپنے لوگوں کو بھیج دیا اور اس کو اپنے گھر لے گیا کچھ دن اپنے پاس رکھا، تربیت لی۔ زانوئے تلمذ طے کیے۔ اسلام قبول کر لیا اور کہا کہ اب آپ چلے جائیں کچھ عرصہ مجھے موقع دیں میں ماحول پیدا کرتا ہوں۔ پھر اس نے کچھ عرصہ اپنے حلقے میں کام کیا اور آہستہ آہستہ وہ اسلام قبول کرتے گئے۔ تو پہلے قبیلے کا وہ سربراہ تھا جب دیکھا کہ پورا قبیلہ اور موثر لوگ طاقتور لوگ میرے ساتھ ہو گئے ہیں۔ اس نے قبول اسلام کا اعلان کیا اور وہاں سے اس نے اپنا نام عثمان رکھا اور جس کو عثمانی ترک کہتے ہیں۔ پچاس سال کے بعد دوبارہ ان چنگیزیوں کی اولاد سے پھر اسلام کی شمع دوبارہ روشن ہو گی وہ جس کو علامہ اقبال نے کہا تھا

ے پاسباں مل گئے کعبے کو صنم خانے سے

جہاں تک آپ کی ذمہ داری ہے آپ ہزار تک پہنچا سکتے ہیں۔ سو تک دو سو تک، پانچ سو تک اس کی ڈی وی ڈی اتنی گفتگو آج کے لیے پہنچائیں یہ میرا درد دل ہے آپ اس پاکستان کی سرزمین پر بسنے والے ہر مسلمان تک پہنچائیں۔ میں اتنی بات ضرور کہتا ہوں کہ آگے آنے والے حالات میں تنہا کوئی فرد یا کوئی گھر اپنی نسلوں کا ایمان نہیں بچا سکے گا۔ اجتماعی بدی کے حملے کے حالات میں ایمان اجتماعیت سے ہی بچے گا۔ ہر شخص کسی نہ کسی تنظیم سے منسلک ہو جائے جہاں سے اس کو نمی ملے، تری ملے اس کو سامان ملے آقا علیہ الصلاۃ والسلام کے فیض کی خیرات ملے۔ ایمان کی حفاظت کا اہتمام ملے۔ وہ کون سی جگہ ہے اس کا فیصلہ وہ خود کر لے۔ مگر میری نصیحت اتنی ہے جس جگہ کو مضبوط تر اور بہتر سمجھے وہاں منسلک ہو جائے اور خود کو اور گھرانے کو اس میں شامل کرے۔ اس سے بھی انشاءاللہ آپ کا اپنا ماحول بنے گا۔ آپ کی صحبت بنے گی۔ اور گھروں کا ماحول بدلے گا۔

تنظیمی احباب کے لیے یہ نصیحت ہے کہ جب احباب تیار ہوں اگر بالفرض تحریک منہاج القرآن میں کام کرنے کو نئے لوگ تیار ہوں تو ان کو جگہ دیں۔ یہ میری نصیحت ہے جو باصلاحیت لوگ اور موثر لوگ اگر وہ فیصلہ کریں اس کام میں آگے بڑھ کے عملاً کام کرنے کا ان کو موقع دیں۔ ان کو پروموٹ کریں نئی ذمہ داریاں دیں۔ خود بیک اپ کریں اس لئے کہ آقا علیہ الصلاۃ والسلام کی سنت بھی یہ ہے کہ جو آدمی پیغام جتنا زیادہ مؤثر طریقے سے آگے پہنچانے کا اہل ہو اپنے حلقے میں اس کو اتنا موثر رول دیا جائے۔ تب دین آگے بڑھتا ہے۔ ورنہ قابو کر کے اگر بیٹھے رہے اور صرف شامل ہی کرتے رہے ان کو لیڈنگ رول نہ دیں تو آقا علیہ الصلوۃ والسلام کی جو امانت ہمیں پہنچی ہے یہ بہت تیزی کے ساتھ آگے نہیں بڑھ سکے گی۔

فریدِ ملتؒ کا زہد و تقویٰ اور صبر و استقامت

فریدِ ملتؒ نے حج کے موقع پر غلاف کعبہ تھام کر اللہ سے ایک ایسا فرزند عطا کرنے کی دعا کی جو دین مصطفی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو شرق و غرب میں عام کرے

محمد شفقت اللہ قادری

خوگر زہد و تقویٰ

فرید ملت ڈاکٹر فرید الدین قادریؒ صراط الذین انعمت علیهم کی معنوی اور مرادی تفسیر تھے وہاں اشد حباللہ کی عملی اور منطقی تفسیر بھی تھے۔ جس کی بابت قرآن عظیم فرماتا ہے:

وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اَشَدُّ حُبًّا لِّلّٰهِ۔ (البقرہ، ۲: ۱۶۵)

”جو لوگ ایمان والے ہیں وہ اللہ سے بہت ہی زیادہ محبت کرتے ہیں۔“

قارئین گرامی قدر! عبد مستجاب الدعوات! ڈاکٹر فرید الدین قادریؒ اشد حباللہ اور حبارسول کو خشیت ایزدی اور زہد تقویٰ کی اساس سمجھتے تھے اور وہ ہمیشہ تقویٰ، پرہیزگاری اور پارسائی پر ثابت قدم رہے اور معصیت سے ہمیشہ باز رہے۔ یہی عوامل انہیں دیگر خدا کے مقربین میں ممتاز اور معتبر کرتے ہیں۔ فرید ملتؒ ہمیشہ قرآن مجید کی اسی آیت ربانی کے مصداق رہے کہ

وَاَطِیْعُوا اللّٰهَ وَاَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ وَاحْذَرُوْا۔ (المائدۃ، ۵: ۹۲)

”اور تم اللہ کی اطاعت کرو اور رسول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی اطاعت کرو اور (خدا اور رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مخالفت سے) بچتے رہو۔“

قارئین گرامی قدر! مشاہدہ کریں تو عشق و جنوں فرید ملتؒ ہمیشہ معراج کی بلندیوں پر نظر آتا ہے۔ حقیقی معنوں میں فرید ملتؒ عشق حبیب کبریا اور عشق الٰہی کے خوگر عظیم تھے اور عشق رسالت مآب فرید ملت کی فطرت تاثیر تھا کیونکہ عشق حقیقی ہو یا لباس مجاز میں چھپا ہو، عاشق صادق کو اک خاص طلسماتی قوت میسر آتی ہے۔ گرامی قدر وہ عشق ہی تھا جس نے حضرت ابراہیمؑ کو آتش نمرود میں کودنے پر مجبور کر دیا۔ یہ عشق ہی تھا جو یوسف علیہ السلام کو آزمائش کی گھڑی میں اندھے کنوئیں میں لے گیا۔ یہ عشق ہی تھا جس نے اسماعیل علیہ السلام کو آداب فرزندی بجالاتے ہوئے اپنی معصوم گردن چھری کے نیچے رکھنے پر مجبور کر دیا اور حضرت ابراہیم خلیل اللہ نے عشق الٰہی کو محبت پدری اور شفقت پسری پر غالب کر دیا۔ یہ عشق ہی تھا جو تجلی مولا میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کو طور پر لے گیا اور آپ کو ہمکلامی یزداں کی جرات دے دی، عشق کی ضرب اتنی کاری تھی کہ طور سرمہ ہو گیا۔

یہ عشق الٰہی اور عشق حبیب الٰہی ہی تھا کہ فرید ملت نے 9191ء حج کے موقع پر میں مقام ملتزم پر غلاف کعبہ پکڑ کر عالم مدہوشی میں اشک بار آنکھوں میں امید کی کرنیں سجائے اپنے رب عظیم سے التجا کی کہ مولا کریم مجھے ایسا فرزند عطا کر جو تیرا کامل بندہ اور تیرے حبیب کا سچا غلام بن کر تیرے مصطفی کے دین کا ڈنکا بجائے اور شرق تا غرب چھا جائے۔ اسی مقام پر میری روح سے ایک آواز بلند ہوئی جو آپ کی بصارتوں کی نظر

عالم جنوں میں سوختہ شمع رسالت اور عشق کا آتش فشاں
علم طاہر کے آئینہ مظہریت میں عکس تمام تھے فرید ملتؒ

سامعین گرامی قدر! جب فرید ملتؒ نے فنافی الرسالت مآب میں اپنی ہستی گم کر دی تو عشق کبریا کی نعمت عظمیٰ کو پالیا، تاہم علامہ محمد اقبالؒ کے نزدیک یہ عشق حقیقی کی پہلی منزل مراد ہے۔ عشق کی

پہلی سیڑھی پہ قدم رکھنے کے بعد روح کے سارے دریچے کھل جاتے ہیں۔ فاصلے قربتوں میں بدل جاتے ہیں۔

قارئین گرامی قدر! یاد رکھیں کہ آتش عشق کی پہلی چنگاری محبت ہے، محبت ایک ایسی مقناطیسی کشش ہے جو عاشق کو محبوب کی جانب کھینچتی ہے، جب محبت دھیرے دھیرے فروغ پاتی ہے تو طلبِ محبوب کے تصور کے راستہ میں گم ہو جاتی ہے، اس منزل پر شب روز خیال محبوب میں۔۔۔۔۔ نصیب۔۔۔۔۔ پھر نہ تن کا ہوش رہتا ہے اور نہ ہی من کا ہوش رہتا ہے، پھر عاشق درِ محبوب پر ہمہ وقت جھکا رہتا ہے اور اس کی ہستی میں اپنی ہستی گم کر دیتا ہے۔ پھر اس کی گم گشتہ ہستی اپنی محبت کے اچھوتے کمال کو پہنچتی ہے۔ یہی جذبہ آشفتہ فلسفہ عشق بن کر فرید ملتؒ کی زیست پاک باز میں سرایت کر گیا۔

تصوف کی زبان میں فرید ملت نہ فقط صوفی باصفا تھے بلکہ صاحب کشف عبادالمقربین میں سے تھے۔ جن کی ولایت کے مختلف گوشے سرعام آشکار نہیں ہوتے۔

؎ مانگ لیتے جب چاہتے خدائے منعم سے یقین کے ساتھ
سیرت و گفتار میں سادہ مگر بندگی میں تمام تھے فرید ملتؒ

کامل زہد و تقویٰ کے حامل ڈاکٹر فریدالدین قادریؒ کو خالقِ کائنات نے چار خصوصی ہدایات ربانی سے نواز دیا تھا:

۱۔ فطری ہدایت ۲۔ حسی ہدایت
۳۔ عقلی ہدایت ۴۔ وجدانی ہدایت

یہی مذکورہ بالا ہدایات روحانی اولیائے کرام کا شعار اور خاصہ ہوا کرتی ہیں اور انہی ہدایات کے سبب فریدِ ملتؒ نے زہد و تقویٰ کی مرتضائی اور معراج کو چھوا۔

قارئین گرامی قدر! یاد رہے کہ زہد و تقویٰ کی کامل روح فقط صبر و استقامت میں ہے اور جب صبر و استقامت کے باعث زہد و تقویٰ اپنی معراج کو پہنچتا ہے تو بندۂ کامل حضور ﷺ کے مقامِ محمود کے فیوضات اور برکات کے طفیل مقامِ مشہود کی نعمت سے سرفراز ہو جاتا ہے جس کا وہ تصور بھی نہیں کرتا۔

صبر و استقامت فرید

صبر کے لغوی معنی ہیں روکنا، برداشت کرنا، ثابت قدم رہنا اور اصطلاحِ دین میں اللہ کریم کی رضا اور خوشنودی کے لیے تحمل و استقلال اور استقامت کی راہ پر چلنا صبر کہلاتا ہے۔ صبر کا لفظ قرآن مجید فرقان حمید میں ۷۰ سے زائد مرتبہ آیا ہے۔ اپنے وقت کے جلیل القدر امامِ اعظم اور فقہی جناب امام غزالیؒ نے صبر کی بابت فرمایا ہے کہ خداوند قدوس کے نزدیک برے اعمال کا ترک کر دینا ایک ایسا عمل ہے جس کا ثمر ایک خاص کیفیت کی صورت میں رونما ہوتا ہے اور اس بے مثل ثمر کا نام ہے۔ صبر جلیل القدر فقہائے امت نے صبر کی درج ذیل اقسام فرمائی ہیں:

۱۔ صبر علی الطاعۃ ۲۔ صبر عن المعصیۃ
۳۔ صبر علی المصیبۃ

فریدِ ملتؒ قرآنی تصورِ صبر کے عملی نمونہ کامل تھے وہ صبر جو انبیائے کرام علیہم السلام اور خاتم النبیین جناب محمد مصطفی ﷺ کا اوڑھنا بچھونا تھا۔ فریدِ ملتؒ نے سفر اور حضر میں حصولِ علم حدیث اور علم قرآن میں ہمیشہ بھوک اور پیاس کی صعوبتیں برداشت کیں لیکن صبر و استقامت کا دامن قطعی نہ چھوڑا اور صبر علی الطاعۃ کے مظہر ٹھہرائے گئے۔ فرید ملتؒ آہ و فغانِ نیم شبی کے سبب حکم رحمن پر نفسِ امارہ اور شیطان کے سامنے آہنی چٹان بنے رہے۔ صغائر اور کبائر سے ہمیشہ رکے رہے اور خوفِ خدا کے باعث صراطِ مستقیم پر گامزن رہے ہمیشہ تقویٰ اختیار کیا اور صبر عن المعصیۃ کے مقام پر متمکن ہوئے۔

فریدِ ملت علامہ ڈاکٹر فریدالدین قادریؒ نے حصولِ نورِ علم دین کے لیے سن بلوغت سے پہلی ہی ہجرت کو دامن گیر کر لیا علم کی تشنگی پیاس پہلے آپ کو سیالکوٹ اور مابعد حیدرآباد دکن اور لکھنو اور دہلی تک لے گئی۔ صفائے قلبی، صبر و استقلال و تقویٰ اور جستجوئے علم نے آپؒ کے لیے کامیابیوں کے دروازے کھول دیئے، ذہین و فطین اور کہنہ مشق طالب علم کو کامل صاحب دانش اساتذہ کرام اور فقہاء اور محدثین عظام نے تلاش علم نافع میں کوشاں مسافر کو منزل عطا کی۔ اسی دوران فرید ملتؒ کو کڑی آزمائش، مشکلات اور دشواریوں

کا سامنا کرنا پڑا۔ ہمیشہ دورانِ فقری ریاضت، بھوک، پیاس اور مسلسل فاقے فریدِ ملتؒ کے ہم رکاب رہے مگر یادِ الٰہی اور صبر کا دامن نہ چھوڑا اور صبر علی المعصیۃ کی منزل پر متمکن ہوئے۔ فریدِ ملتؒ جیسے جلیل القدر عبادت گزار متقی صالح اور صابر بندگانِ خدا کے لیے قرآن فرماتا ہے:

اِنَّ اللهَ مَعَ الصّٰبِرِيْنَ۔ (البقرہ، ۲: ۱۵۳)

”بے شک اللہ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے۔“

گزشتہ اوراق میں گزارش کرچکا ہوں کہ زہد و تقویٰ، پرہیزگاری اور عبادت گزاری مولا میں یکتا اور مقبولِ انام ہونے کے لیے صبر و استقامت کشتہ کیمیا ہے اور قربِ الٰہی اور قربِ رسالت مآب کا واحد ذریعہ بھی۔ فریدِ ملتؒ نے بھی زہد و تقویٰ میں صبر و استقامت کو بھی اپنا شعار اولین بنایا کیونکہ تقویٰ کی بابت قرآن ارشاد فرمارہا ہے:

وَاللهُ يَرْزُقُ مَنْ يَّشَآءُ بِغَيْرِ حِسَابٍ (البقرہ، ۲: ۲۱۲)

”وہ متقی جنہوں نے تقویٰ اختیار کیا، قیامت کے دن سربلند ہوں گے۔ اللہ جسے چاہتا ہے بے حساب دیتا ہے۔“

موضوع امروز کو آگے بڑھاتے ہوئے مزید براں عرض ہے:

فریدِ ملتؒ اور عطائے مقامِ مشہود

فریدِ ملتؒ کی بارگاہِ اقدس میں خراج عقیدت پیش کرتے ہوئے جو عنوان امروز ہے یعنی کہ فریدِ ملتؒ کا صبر و استقامت اور عطائے مقامِ مشہود جب ہدایت قرآنی اور اطاعت ربانی اور متابعت سنت مصطفوی پر عمل پیرا ہو کر اس کا مقرب بندہ صبر و استقامت کے باعث متقی بن جاتا ہے تو اللہ تعالیٰ انھیں حضور اقدس ﷺ کے مقام محمود کی طفیل اپنے فیوضات و برکات کی خیرات سے نواز دیتے ہیں اور انعام میں ”مقامِ مشہود“ عطا کر دیتے ہیں۔ ارشاد قرآنی ہے:

اَقِمِ الصَّلٰوةَ لِدُلُوْكِ الشَّمْسِ اِلٰى غَسَقِ الَّيْلِ وَقُرْاٰنَ الْفَجْرِ ؕ اِنَّ قُرْاٰنَ الْفَجْرِ كَانَ مَشْهُوْدًا۔ (بنی اسرائیل، ۱۷: ۷۸)

”آپ سورج ڈھلنے سے لے کر رات کی تاریکی تک (ظہر، عصر، مغرب اور عشاء کی) نماز قائم فرمایا کریں اور نمازِ فجر کا قرآن پڑھنا بھی (لازم کر لیں)، بے شک نمازِ فجر کے قرآن میں (فرشتوں کی) حاضری ہوتی ہے (اور حضوری بھی نصیب ہوتی ہے)۔“

قارئین گرامی قدر! قرآن عظیم عباد الصالحین صابر، متقین اور اپنے مقرب بندوں کو ملاءِ اعلیٰ کے ملائکہ کی مجلس نصیب ہونے کی نوید سنا رہا ہے اور نماز فجر کے قرآن میں نیکوکاروں کے ہمراہ مقرب فرشتوں کی شمولیت یقینی سے آگاہی فرما رہا ہے۔ قارئین گرامی قدر! مطابق شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری مدظلہ سے روایت کیا ہے امام احمد بن حنبلؒ، حضرت عبداللہ بن عمرؓ، حضرت عبداللہ بن عباسؓ، حضرت عبداللہ بن مسعودؓ، حضرت ابوہریرہؓ اور امام محمد باقرؒ نے اور اس کے بابت تفسیری اور تفصیلی بحث تفسیر طبری، تفسیر ابن کثیر، صبحات سیئہ میں کی گئی ہے۔ ملاحظہ ہو۔

اولیائے کرام اور کاملین کی کرامتیں کھوجنے والو فرید ملت ڈاکٹر فرید الدین قادریؒ کی زیست پاک باز کے اوراقِ فہمیدہ پلٹ کر دیکھیں تو بے مثل صبر واستقامت، تقویٰ و بردباری، عفو، درگزر، سادگی، رحم دلی، بے پناہ نظر آتی ہے۔ قارئین گرامی قدر تو پھر خدا ذوالجلال کا وعدہ کیوں نہ پورا ہو کہ قرآن کریم فرقان مجید فرمارہا ہے:

اِنَّمَا يُوَفَّى الصّٰبِرُوْنَ اَجْرَهُمْ بِغَيْرِ حِسَابٍ۔ (الزمر، ۳۹: ۱۰)

” بلاشبہ صبر کرنے والوں کو اُن کا اجر بے حساب انداز سے پورا کیا جائے گا۔“

فریدِ ملتؒ کے آخری ایام سے پردہ اٹھائیں تو مردِ قلندرؒ رات کے اندھیرے میں سسکیوں اور آہ و فغانِ نیم شبی کے باعث خداوند قدوس کو استغفار کے ذریعے مناجات کرتے نظر آتے ہیں۔

ہمہ وقت صبر و شکر و توکل و قناعت تھا شیوہ ان کا
ساجد نیم شبی اور سراپائے جود و سخا تھے فرید ملتؒ

اگر حرم کعبہ میں دورانِ اعتکاف ماہِ رمضان میں نظر دوڑائیں تو فرید ملتؒ خلوتوں میں صوم و صلوٰۃ کی پابندی کے ساتھ رکوع و سجود سے رب ذوالجلال کو مناتے نظر آتے ہیں، جب کرم ہوتا ہے تو خانہ کعبہ شریف کی فضائیں ہیں رات کا نورانی پہر ہے سوئے ہوئے فرید الدینؒ کو آقائے دو جہاں ﷺ جگاتے ہیں اور ارشاد فرماتے ہیں۔ اٹھ فرید الدینؒ چند منٹوں کے بعد لیلۃ القدر کی کرم نوازیاں لوٹ لے۔ سبحان اللہ۔

ایسے ہی مردانِ حق قربِ الٰہی اور قربِ رسالت کے مستحق قرار دیئے جاتے ہیں۔ قرآن ارشاد فرماتا ہے:

اَلتَّآئِبُوْنَ الْعٰبِدُوْنَ الْحٰمِدُوْنَ السَّآئِحُوْنَ الرّٰکِعُوْنَ السّٰجِدُوْنَ۔ (التوبۃ،۹: ۱۱۲)

”(یہ مومنین جنہوں نے اللہ سے اُخروی سودا کر لیا ہے) توبہ کرنے والے، عبادت گذار، (اللہ کی) حمد و ثنا کرنے والے، دنیوی لذتوں سے کنارہ کش روزہ دار، (خشوع و خضوع سے) رکوع کرنے والے، (قرب الٰہی کی خاطر) سجود کرنے والے۔“

قارئین گرامی قدر! آؤ فرید ملت ڈاکٹر فریدالدین قادریؒ کو بندگی خدا کے آئینہ میں کامل ذاکرِ الٰہی اور ذاکرِ مصطفیٰ ﷺ ہونے کے باعث صاحبانِ مقامِ مشہود کی صفوں میں تلاش کریں کیونکہ آپ کی طبیعت میں خشیتِ ایزدی کے باعث رب تعالیٰ نے مندرجہ ذیل اوصاف ودیعت کر دیئے ہوئے تھے۔

۱۔ ذکرِ الٰہی اور تلاوتِ قرآن کے وقت ایسی رفعت اور خوف طاری ہو جاتا جیسے بارگاہ ایزدی میں حاضر ہیں اور کپکپی طاری ہو جاتی اور ہچکی سی بندھ جاتی، پوری زندگی قرآن اور سنت کے تابع گزاری۔

اَلَّذِیْنَ اٰتَیْنٰھُمُ الْکِتٰبَ یَتْلُوْنَهٗ حَقَّ تِلَاوَتِهٖ ط اُولٰٓئِکَ یُؤْمِنُوْنَ بِهٖ۔ (البقرہ،۲: ۱۲۱)

”(ایسے لوگ بھی ہیں) جنہیں ہم نے کتاب دی وہ اسے اس طرح پڑھتے ہیں جیسے پڑھنے کا حق ہے، وہی لوگ اس (کتاب) پر ایمان رکھتے ہیں۔“

۲۔ فریدِ ملت ڈاکٹر فریدالدین قادریؒ ہمیشہ شب بیدار اور بارگاہِ ایزدی میں سجدہ ریز رہتے تھے عبادت میں خشوع و خضوع آپ کا خاصہ تھا۔ قرآن ارشاد فرماتا ہے۔

وَالَّذِیْنَ یَبِیْتُوْنَ لِرَبِّهِمْ سُجَّدًا وَّقِیَامًا۔ (الفرقان،۲۵: ۶۴)

”اور (یہ) وہ لوگ ہیں جو اپنے رب کے لیے سجدہ ریزی اور قیامِ (نیاز) میں راتیں بسر کرتے ہیں۔“

۳۔ فرید ملت ڈاکٹر فریدالدین قادریؒ خالق عظیم کے فضل و کرم الٰہیہ اور عشقِ حبیب کبریا اور لذتِ قرآن سے آشنائی کے باعث مقامِ مشہود پر فائز تھے۔ وہ مقامِ مشہود جس میں متقی اور عباد المقربین فرشتوں کے ہم رکاب اور ہم مجلس ہوتے ہیں اور فیضیاب خیرات کشف الٰہیہ ہوتے ہیں، نہ صرف صاحبِ کرامت ہوتے رہیں بلکہ مستجاب الدعوات ہوتے ہیں۔

۴۔ فرید ملتؒ صاحب مقام مشہود ہونے کے باعث روئے صادقہ یعنی کہ سچے خوابوں کی بشارت سے بہرہ ور تھے۔ یاد رہے سچے خواب نبوت کا چھیالیسواں حصہ ہوا کرتے ہیں۔ صحیح مسلم اور صحیح بخاری شریف کی حدیث شریف ہے۔

قال رسول اللہ ﷺ الرویا الصالحة خیر من ستة اربعین جزمن النبوۃ۔

یہ امر حقیقت ہے کہ مقام مشہود پر متمکن فرید ملت ڈاکٹر فریدالدین قادریؒ جیسے عبد الصالح جس چیز کی طرف بھی متوجہ ہو جائیں اس کا علم کشفی فیوضات کی بدولت حاصل کر لیتے ہیں۔ حضور! فرید ملت کی مجاہدانہ زندگی میں سیکڑوں ایسے واقعات رونما ہوئے جو آپؒ کی کشفانہ زندگی کے عکاس ہیں۔ قلتِ وقت کے باعث تذکرہ نہ ممکن ہے۔ ایسے بندگانِ صاحب مقام مشہود کے لیے امام بیضاویؒ نے تین درجے بیان کیے ہیں۔

اول درجہ: متقی اللہ کے عذاب سے ڈرتے ہیں اور توحید خاص درجہ اولی اختیار کرتے ہیں کیونکہ وہ کامل ایمان والے ہوتے ہیں۔

دوم درجہ: متقی کا درجہ کبیرہ و صغیرہ گناہوں سے ہمیشہ بچتے ہیں۔

درجہ سوم اعلیٰ درجہ: وہ ہر اس چیز سے بچنا پسند کرتے ہیں اور لا تعلق رہتے ہیں جو انھیں یادِ الٰہی سے غافل کر دے۔

قارئین گرامی قدر! فرید ملت امام بیضاویؒ کے بیان کردہ تینوں درجوں کے مظہر تھے۔ ائے قرآنی اصولوں اور متابعت مصطفوی ﷺ میں سادہ مگر پُر تمکنت زندگی گزارنے والے عبدِ صالح تو نے امت محمدیہ اور تحریک منہاج القرآن پر عطوفت اور بڑا احسان عظیم کیا ہے۔ نابغہ عصر مجددِ رواں صدی مجتہد اعظم شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری مدظلہ جیسا عظیم المرتبت سپوت عطا کیا ہے، مرد حق تیری اس کرامت کو سلام۔ دعا گو ہیں کہ آپؒ اپنے فیوضات مشہودیہ سے روحانی طور بارگاہِ ایزدی میں ملتمس ہوں کہ اللہ تعالیٰ ہمارے دلوں میں اس گوہر نایاب کی قدر شناسی ودیعت فرما دیں۔

تحریک منہاج القرآن کے زیر اہتمام اور حضور شیخ الاسلام دامت برکاتہم العالیہ کے زیر سرپرستی حرمین شریفین کے بعد اسلامی دنیا کا سب سے بڑا اجتماعی اعتکاف جامع المنہاج (بغداد ٹاؤن) ٹاؤن شپ لاہور میں منعقد ہوتا ہے۔ تزکیہ نفس، اصلاح احوال، توبہ اور آنسوؤں کی بستی شہر اعتکاف ہمیشہ سے تحریک منہاج القرآن کی پہچان ہے۔ شہر اعتکاف میں شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری کے علمی و فکری اور تربیتی خطاب ہوئے۔ دنیا بھر سے تشنگان علم نے زوال پذیر معاشرتی اقدار اور قرآنی احکامات کے موضوع سے متعلق اپنی پیاس بجھائی اور درج ذیل موضوعات پر 10 روزہ تربیت کا سامان کیا۔

☆ باب مدینۃ العلم
☆ والدین کے حقوق اور واجبات
☆ رویہ احسان۔ ہر ایک کے ساتھ بھلائی
☆ نرم گفتگو اور شائستہ کلامی
☆ معاشی تعاون اور معاشرتی توازن
☆ انسانی معاشرے کا قتل اور اس کی تباہ کاریاں
☆ پاک دامنی اور فاحشہ کاری
☆ اجتماعی اخلاقیات

علاوہ ازیں ڈاکٹر حسن محی الدین قادری چیئر مین سپریم کونسل اور ڈاکٹر حسین محی الدین قادری صدر منہاج القرآن نے تربیتی لیکچرز دیئے۔ مزید ڈاکٹر غزالہ حسن قادری ممبر سپریم کونسل، فضہ حسین قادری، ڈاکٹر فرح ناز، ڈاکٹر شاہدہ نعمانی اور دیگر سکالرز کی معتکفات کے ساتھ خصوصی نشستیں رہیں۔

حرمین شریفین کے بعد دنیائے اسلام کے سب سے بڑے شہر اعتکاف میں ملک کے طول و عرض سے خواتین، طالبات اور ننھے معتکفین کی شرکت رہی، ویمن اعتکاف 2023 کی انتظامیہ کی جانب سے اللہ کے مہمانوں کا شاندار استقبال کیا گیا، ہر سال کی طرح شعبہ ایگرز کے زیر اہتمام بچوں کے لیے دنیا کی واحد اعتکاف گاہ کا انعقاد کیا گیا جس میں بچوں کو مختلف دلچسپ سرگرمیوں کے ذریعے عبادات اور اخلاق سکھائے گئے۔

اے امتی! کریم آقا ﷺ کی مجلس میں آجا

درج بالا عنوان کے تحت ویمن اعتکاف گاہ میں محافلِ ثنائے حبیب ﷺ اور محافل ذکر کا انعقاد کیا گیا جس میں ثناء خواں بہنوں نے درود و سلام اور حضور علیہ الصلاۃ والسلام کی مدح سرائی کے ذریعے معتکفات کا تصورِ مدینہ باندھا۔ خواتین نے نہایت دلجمعی اور دلچسپی کے ساتھ محافل میں شرکت کی۔

محافل میں محترمہ فضہ حسین قادری اور محترمہ درۃ الزہرہ کی خصوصی شرکت رہی۔

ویمن اعتکاف گاہ میں پاکستان کے طول و عرض سے تشریف لائی معتکفات کی تعلیم و تربیت کے لیے شہر

اعتکاف میں 30 تربیتی حلقہ جات کا اہتمام کیا گیا ہے۔ جس میں بنیادی دینی تعلیم، عبادت وریاضت کے ساتھ ساتھ روز مرہ معاملات اور حقوق و فرائض کی بہتر انداز میں ادائیگی کیلئے "حقوق و فرائض کا امتزاج اور اسلامی معاشرہ کا ارتقاء" کے عنوان سے روزانہ کی بنیاد پر حلقہ جات کا انعقاد کیا جاتا رہا۔

حرمین شریفین کے بعد دنیائے اسلام کے سب سے بڑے شہر اعتکاف میں ملک کے طول وعرض سے خواتین، طالبات اور ننھے معتکفین کی شرکت رہی، ویمن اعتکاف 2023 کی انتظامیہ کی جانب سے اللہ کے مہمانوں کا شاندار استقبال کیا گیا، ہر سال کی طرح شعبہ ایگرز کے زیرِ اہتمام بچوں کے لیے دنیا کی واحد اعتکاف گاہ کا انعقاد کیا گیا جس میں بچوں کو مختلف دلچسپ سرگرمیوں کے زریعے عبادات اور اخلاق سکھائے گئے

حلقہ جات کے مضامین میں کلامِ الٰہی کو لحن داؤدی کے انداز میں پڑھنے کی مشقیں، بندگیٔ خدا کا خوبصورت قرینہ بصورت سنت نبوی ﷺ، نماز کو خشوع اور خضوع سے ادا کرنے کا طریقہ، پاکیزگی اور طہارت کا اسلامی نصاب، اور اللہ کی عبادات ازروئے کلام الٰہی کے موضوعات شامل رہے۔

حلقہ جات کو مراکز العلم کے نصاب کے مطابق ترتیب دیا گیا ہے۔ مذکورہ نشستوں میں 80 سکالرز نے بطور معلمات نے اپنے فرائض سر انجام دیے۔

ڈاکٹر حسن محی الدین قادری چیئر مین سپریم کو نسل اور منہاج القرآن انٹرنیشنل کے صدر پروفیسر ڈاکٹر حسین محی الدین قادری نے ویمن اعتکاف سے خطاب کیے اور ویمن لیگ کی جملہ ذمہ داران کو خواتین اور بچوں کا خوبصورت اعتکاف سجانے اور بہترین انتظامات کرنے پر مُبارکباد دی۔

شہر اعتکاف میں خواتین کی اعتکاف گاہ کے جملہ انتظامات و انصرام کے لیے درج ذیل کمیٹیاں تشکیل دی گئیں:

مرکزی کمیٹی:

نگران: محترمہ ڈاکٹر فرح ناز، محترمہ سدرہ کرامت

سربراہ: محترمہ ام حبیبہ اسماعیل

نائب سربراہان: محترمہ عائشہ مبشر، محترمہ لبنیٰ مشتاق

سیکرٹری: محترمہ انیلہ الیاس

ممبران مرکزی کمیٹی: محترمہ ڈاکٹر شاہدہ مغل، محترمہ شازیہ بٹ، محترمہ حمیرا ناز، ذیلی کمیٹیز کی سربراہان

قیادت شیڈول اور اجتماعی لیکچرز:

نگران: محترمہ انیلہ الیاس

انتظامی کمیٹی، کالج کوآرڈینیشن کمیٹی، ایم ایس ایم سسٹرز، ایگرز اعتکاف اور وائس ایکٹویٹیز:

نگران: محترمہ عائشہ مبشر

حلقہ جات، معمولات شیڈول، صلوۃ التسبیح و محفل ذکر نعت کمیٹیز:

نگران: محترمہ لبنیٰ مشتاق

تنظیمی اور مراکز علم ورکشاپس کمیٹی:

سربراہ: محترمہ انیلہ الیاس

نائب سربراہان: محترمہ ام حبیبہ اسماعیل، محترمہ عائشہ مبشر، محترمہ لبنیٰ مشتاق

سیکرٹری: محترمہ ہاجرہ قطب اعوان

رجسٹریشن والاٹمنٹ کمیٹی:

سربراہ: محترمہ انیلہ الیاس

سیکرٹری: محترمہ سیما قراۃ العین

ڈپٹی سیکرٹریز: محترمہ مصباح مصطفی، محترمہ صباء اسلم، محترمہ بتول مشتاق

بجٹ کمیٹی:

سربراہ: محترمہ انیلہ الیاس

انتظامی کمیٹی:

سربراہ: محترمہ عائشہ مبشر

سیکرٹری: محترمہ بتول مشتاق

استقبالیہ کمیٹی:

سربراہ: محترمہ نورین علوی

سیکرٹری: محترمہ بتول مشتاق

(30رکنی کمیٹی)

DFA کمیٹی:

سربراہ: محترمہ فاطمہ سعید

سیکرٹری: محترمہ ہنیم مریاء

VIP کمیٹی:

سربراہ: محترمہ زینب ارشد

سیکرٹری: محترمہ حلیمہ سعدیہ

ریکارڈ کیپنگ:

سربراہ: سیما قراۃ العین

میڈیکل کمیٹی:

سربراہ: محترمہ ثناء وحید

سیکرٹری: ڈاکٹر مریم عائشہ

ڈپٹی سیکرٹریز: محترمہ سعدیہ نورین، محترمہ سامیہ اشرف

کوآرڈینیٹر: محترمہ شزہ

(22رکنی کمیٹی)

سٹالز و کینٹین کمیٹی:

سربراہ: محترمہ ارشاد اقبال

(3رکنی کمیٹی)

سیکیورٹی کمیٹی:

سربراہ: محترمہ فریدہ سجاد

نائب سربراہ: محترمہ طیبہ کوثر

سیکرٹریز: محترمہ مصباح کبیر، محترمہ حافظہ سرفراز، محترمہ روبینہ کوثر، محترمہ ریحانہ رشید

ڈپٹی سیکرٹریز: محترمہ مریم ذیشان، محترمہ فرح امیر، محترمہ زاہدہ پروین، محترمہ عائشہ صادق، محترمہ ریحانہ اشرف

خدمت (نگرانی معمولات) کمیٹی:

سربراہ: محترمہ صائمہ نور

(50رکنی کمیٹی)

پنڈال ڈسپلن کمیٹی:

سربراہ: محترمہ رافعہ عروج ملک

نائب سربراہ: محترمہ سمیعہ زاہد

سیکرٹری: محترمہ نصرت فاطمہ

(40رکنی کمیٹی)

رابطہ و ملاقات کمیٹی:

سربراہ: محترمہ فاطمہ کامران

نائب سربراہ: محترمہ انعم اسد

سیکرٹری: محترمہ ثمن امین

(6رکنی کمیٹی)

Theme، ڈیکوریشن، گائیڈینس اینڈ روزانہ سٹیج تیاری کمیٹی:

سربراہ: محترمہ رافعہ عروج ملک

میس کمیٹی:

سربراہ: محترمہ حدیقہ بتول

سیکرٹری: محترمہ فاریہ منور

(90رکنی کمیٹی)

صفائی کمیٹی:

سربراہ: محترمہ آصفہ صفدر

نائب سربراہ: محترمہ مریم تنویر

سیکرٹری: محترمہ مریم اقبال

(60رکنی کمیٹی)

مرکزی کنٹرول روم کمیٹی:

سربراہ: محترمہ ارشاد اقبال

(3رکنی کمیٹی)

سالانہ عالمی روحانی اجتماع کمیٹی:

سربراہ: محترمہ نورین علوی

سیکرٹری: محترمہ فہنیقہ ندیم

ڈپٹی سیکرٹری: محترمہ نعیمہ باسط، محترمہ نصرت رفیق

حلقہ جات کمیٹی:

سربراہ: محترمہ لبنیٰ مشتاق

نائب سربراہان: محترمہ سعدیہ الماس، محترمہ عائشہ قیوم

سیکرٹری: محترمہ حفصہ طاہرہ

(74رکنی کمیٹی)

باجماعت نماز وصلوۃ التسبیح:

سربراہ: محترمہ حافظہ سحر عنبرین

(3رکنی کمیٹی)

محفل ذکر و نعت کمیٹی:

سربراہ: محترمہ عائشہ شبیر

سیکرٹری: محترمہ حافظہ سحر عنبرین

ممبر شپ و زکوۃ کولیکشن کمیٹی:

سربراہ: محترمہ صبا اسلم

سیکرٹری: محترمہ مصباح مصطفی

(4رکنی کمیٹی)

ساؤنڈ سسٹم و اعلانات کمیٹی:

سربراہ: محترمہ مریم نوشاہی

(2رکنی کمیٹی)

پرنٹ میڈیا کمیٹی:

سربراہ: محترمہ ڈاکٹر جویریہ حسن

الیکٹرانک میڈیا:

سربراہ: محترمہ ہاجرہ قطب اعوان

سوشل میڈیا کمیٹی:

سربراہ: محترمہ جویریہ وحید

سیکرٹری: محترمہ انشراح نوید

آئی ٹی کمیٹی:

سربراہ: محترمہ حفصہ طاہرہ

کالج کوآرڈینیشن کمیٹی:

سربراہ: محترمہ عائشہ مبشر

ایم ایس سسٹرز کمیٹی:

نگران: ڈاکٹر شاہدہ مغل، محترمہ ڈاکٹر شازیہ بٹ

سربراہ: محترمہ آمنہ مغل

سیکرٹری: محترمہ ملائکہ احمد

ایگرزاعتکاف کمیٹی:

سربراہ: محترمہ ام کلثوم قمر

سیکرٹری: محترمہ سعدیہ احمد

(45رکنی کمیٹی)

WOICE کمیٹی:

سربراہ: محترمہ عائشہ مبشر

سیکرٹری: محترمہ مریم اقبال

منہاجینز کوآرڈینیشن:

سربراہ: محترمہ عائشہ شبیر

سیکرٹری: محترمہ مریم نوشاہی

وائنڈاپ کمیٹی:

سربراہ: محترمہ ارشاد اقبال

نائب سربراہ: محترمہ سعدیہ احمد

سیکرٹری: محترمہ بتول مشتاق

(3رکنی کمیٹی)

> حلقہ جات کے مضامین میں کلامِ الٰہی کو لحن داؤدی کے انداز میں پڑھنے کی مشقیں، بندگیٔ خدا کا خوبصورت قرینہ بصورت سنت نبوی ﷺ، نماز کو خشوع اور خضوع سے ادا کرنے کا طریقہ، پاکیزگی اور طہارت کا اسلامی نصاب، اور اللہ کی عبادات ازروئے کلام الٰہی کے موضوعات شامل رہے

تحریک منہاج القرآن کا ایک امتیازی وصف یہ بھی ہے کہ اس نے فرد کے قلب پر دستک دی ہے اور حضور نبی اکرم ﷺ کے چہار گانہ فرائض نبوت تلاوت قرآن، تزکیہ نفوس، تعلیم کتاب و حکمت کی پیروی کرتے ہوئے ہر محاذ پر جدوجہد کی ہے۔ تحریک منہاج القرآن نے روحوں کا زنگ اتار کر دلوں کا میل اتارنے کے لیے کوشاں ہے۔ اسی مقصد کے لیے جامع المنہاج میں تحریک منہاج القرآن کے زیر اہتمام اجتماعی اعتکاف کا غیر روایتی تصور بھی ہے۔

غزوۂ احد اور اطاعتِ امیر

غزوۂ احد میں مسلمانوں کو اللہ کے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا حکم نہ ماننے کی پاداش میں شدید نقصان اٹھانا پڑا

سمیہ اسلام

غزوہ بدر میں قریش کو بدترین شکست کا سامنا کرنا پڑا تھا۔ یہ شکست ان کے لیے کوئی معمولی واقعہ نہیں تھا۔ پورے عرب میں ان کی شہرت خاک میں مل گئی تھی۔ وہ بدلہ لینے کے لیے مرے جا رہے تھے۔ چنانچہ انہوں نے مکہ میں اعلان کر دیا: بدر کے مقتولین پر نہ تو کوئی روئے نہ ہی ان پر مرثیہ خوانی کرے۔ جن کے عزیز اس جنگ میں قتل ہوئی ان کی طرف سے کہا گیا: ہم مسلمانوں سے اس شکست کا بدلہ لے کر رہیں گے۔

اب باقاعدہ جنگ کی تیاری شروع ہوگئی ۔ اردگرد کے قبائل بھی ان سے آملے۔ مشرکین نے خفیہ طور پر جنگی تیاریاں زور شور سے جاری رکھیں۔ اس دوران چھوٹے بڑے لڑائی کے واقعات ہوتے رہے، جھڑپیں ہوئیں۔ قریش کی خواہش تھی کہ مدینہ منورہ پر اچانک حملہ کر دیا جائے۔ مسلمانوں کو سنبھلنے کا موقع نہ دیا جائے۔ ان سے انتقام لیا جائے۔ قریش نے کئی محاذوں پر لڑائی کی تیاریاں کیں۔ اردگرد کے قبائل کو وہ ساتھ ملا چکے تھے۔ ایک قدم انہوں نے اور اٹھایا کہ مدینہ منورہ کے یہودیوں سے ساز باز کی اور ان سے گٹھ جوڑ کے لیے خط و کتابت کی گئی۔ اس کے علاوہ انہوں نے مسلمانوں کے خلاف ہر طرف اپنی سازشوں کے جال بچھا دیے۔ ایک سال تک یہ جنگی تیاریاں جاری رہیں۔

غزوہ بدر میں حضور ﷺ کے چچا سیدنا عباس رضی اللہ عنہ ابھی مکہ مکرمہ میں ہی تھے۔ وہ مسلمان ہو چکے تھے مگر اپنے کو چھپائے ہوئے تھے، وہ قریش کی جنگی تیاریوں سے خوب واقف تھے۔ چنانچہ انہوں نے ایک تیز رفتار قاصد کے ہاتھ ایک خط روانہ کیا۔ اس خط میں انہوں نے قریش کی جنگی تیاریوں کی تفصیل درج کی اور قریش کے ارادوں سے آگاہ کیا۔ بنو غفار سے تعلق رکھنے والا یہ ایلچی صرف تین دن کے اندر مدینہ منورہ پہنچ گیا۔

خط ملتے ہی رسول اللہ ﷺ نے مجلس مشاورت طلب فرمائی۔ اس میں کافروں سے مقابلہ کرنے کے لیے غور وخوض کیا گیا۔ رسول اللہ ﷺ کی اپنی خواہش یہ تھی کہ مدینہ منورہ کے اندر رہ کر جنگ لڑی جائے، جبکہ نوجوانوں کی اکثریت کھلے میدان میں لڑنا چاہتی تھی۔ سب کا مشورہ سن کر رسول اللہ ﷺ اندر تشریف لے گئے اور جنگی لباس پہن کر واپس تشریف لائے۔ اب صحابہ نے محسوس کیا کہ شاید انھوں نے آپ کی خواہش کے خلاف مشورہ دے کر غلطی کی ہے چنانچہ سب نے عرض کیا: ”جیسا آپ حکم دیں اور پسند کریں ہم ویسا ہی کریں گے۔“ یعنی وہ معذرت چاہنے لگے۔ اس موقع پر آپ نے فرمایا: ”کسی نبی کی شان نہیں کہ جب وہ ایک مرتبہ ہتھیار سجا لے تو پھر ان کو اتار دے۔“

ہجرت کا تیسرا سال، شوال کی 6 تاریخ اور جمعۃ المبارک کا دن تھا۔ رسول اللہ نے مدینہ منورہ میں عبداللہ بن ام مکتوم کو امیر مقرر فرمایا تاکہ وہ مدینہ منورہ میں باقی رہ جانے والوں کو نماز پڑھائیں۔ پھر آپ ایک ہزار کا لشکر لے کر احد کی طرف روانہ ہوئے۔ ادھر قریش کا لشکر احد پہاڑ کے سامنے وادی قناہ میں ڈیرہ ڈال چکا تھا۔ مشرکین کے لشکر کی قیادت ابوسفیان کے پاس تھی اور اس نے 3000 سے زائد افراد کے ساتھ مسلمانوں پر حملہ کی ٹھانی تھی جس کی باقاعدہ تیاری کی گئی تھی۔

آپ شہر سے باہر نکلے تھے کہ منافقوں کا سردار عبداللہ بن ابی یہ کہہ کر اپنے تین سو ساتھیوں کے ساتھ لشکر سے الگ ہو گیا کہ آپ نے چونکہ میری رائے کا احترام نہیں کیا اس لیے میں آپ کے ساتھ نہیں چل سکتا۔ مدینہ منورہ میں جب رسول اللہ نے مشورہ کیا تھا، اس وقت اس نے مدینہ منورہ میں رہ کر مقابلہ کرنے کا مشورہ دیا تھا لیکن صحابہ کا مشورہ چونکہ باہر نکل کر مقابلہ کرنے کا تھا، اس لیے آپ نے ان کا مشورہ منظور فرمایا تھا۔ اب اس موقع پر اس نے بہانہ کیا ورنہ دراصل یہ شخص منافق تھا اور اللہ کے رسول سے حسد کرتا تھا۔ اب مسلمانوں کی تعداد صرف سات سو رہ گئی۔ اللہ کے رسول آگے بڑھے اور احد کے دامن میں پڑاؤ ڈالا۔ اس طرح اسلامی لشکر کی پشت پر احد کا پہاڑ تھا۔ بائیں ہاتھ پر ایک پہاڑی تھی، جس کا نام اب جبل رماۃ ہے۔

آپ نے سیدنا عبداللہ بن جبیر کی کمان میں پچاس ماہر تیر اندازوں کا ایک دستہ اس پہاڑی پر مقرر فرمایا۔ یہ پہاڑی اسلامی لشکر سے قریباً ڈیڑھ سو میٹر کے فاصلے پر تھی۔ آپ نے اس دستے کو بہت واضح ہدایات دیں۔ فرمایا دیکھو! دشمن پیچھے سے ہم پر نہ چڑھ آئے۔ انہیں اپنے تیروں کے ذریعے دور رکھنا۔ نزدیک نہ آنے دینا ہم جیتیں یا ہاریں بس تم اپنی جگہ پر رہنا اور ہماری پشت کی حفاظت کرنا۔

اللہ کے رسول ﷺ نے ایک ماہر کمانڈر کی طرح لڑائی کا منصوبہ تیار کیا۔ پڑاؤ کے لیے اونچی جگہ منتخب فرمائی ۔ صحابہ کرام کو جھنڈے عطا فرمائے۔ فوج کا جذبہ ابھارنے کے لے ان سے خطاب فرمایا۔ دشمن کے مقابلے میں ثابت قدم رہنے کی تلقین فرمائی۔ جنت کی بشارتیں دیں۔ دلیری اور بہادری کی روح پھونکنے کے لیے اپنی تلوار نیام سے نکالی اور پوچھا: اس تلوار کا حق کون ادا کرے گا؟ کئی ہاتھ بلند ہوئے، ابودجانہ آگے بڑھے اور عرض کیا: اللہ کے رسول ﷺ اس تلوار کا حق کیا ہے؟ میں وہ حق ادا کروں گا۔ آپ ﷺ نے فرمایا اس تلوار کا یہ حق ہے کہ اس سے دشمن کو اتنا مارہ کہ یہ ٹیڑھی ہو جائے۔ ابودجانہ بہت جانباز تھے۔ انہوں نے سرخ رنگ کی پٹی پیشانی پر باندھ لی۔ میدان جنگ میں جب بھی یہ پٹی باندھتے تھے تو مسلمان ایک دوسرے سے کہا کرتے تھے کہ ابودجانہ نے موت کی پٹی باندھ لی ہے۔ پٹی باندھنے کے بعد انہوں نے پھر کہا کہ اس تلوار کا حق میں ادا کروں گا۔ پھر دشمن کے سامنے اکڑ کر چلنے لگے۔ اس پر اللہ کے رسول نے فرمایا ایسی چال اللہ کو ناپسند ہے مگر میدان جنگ میں نہیں کیونکہ یہ دشمن پر اپنی دھاک بٹھانے کے لیے ہے، اپنی طاقت کا اظہار کرنے کے لیے ہے۔

مشرکین صف بندی کر چکے تھے۔ فوج کے سپہ سالار ابو سفیان تھے۔ فوج کے دائیں حصے کے افسر خالد بن ولید اور بائیں حصے کے عکرمہ بن ابی جہل تھے۔ پیدل فوج کی کمان صفوان بن امیہ کے ہاتھ میں تھی۔ تیر اندازی پر عبداللہ بن ربیعہ کو مقرر کیا گیا تھا۔ مشرکین کا جھنڈا بدر کے میدان کی طرح بنو عبدالدار کے ہاتھ میں تھا۔ لڑائی سے پہلے ابوسفیان نے جنگی چال کے طور پر انصار و مہاجرین میں پھوٹ ڈالنے کی کوشش کی۔ اس نے انصار کو خفیہ پیغام بھیجا ۔ ہمارا تم سے کوئی جھگڑا نہیں تم پیچھے ہٹ جاؤ۔ انصار نے ان کی اس بات کا بہت سخت جواب دیا۔ بھلا وہ کیسے اللہ کے رسول کو چھوڑ سکتے ہیں۔ وہ تو اللہ کے راستے میں اپنی جانوں کا نذرانہ پیش کرنے آئے تھے۔

لڑائی شروع ہوئی۔ قریش نے دعوتِ مبارزت دی۔ طلحہ بن ابی طلحہ اپنی صف سے نکل کر آگے آگیا یہ اونٹ پر سوار تھا اس نے للکارا: تم میں سے کون ہے جو مجھ سے مقابلہ کرے۔ سیدنا زبیر بن عوام آگے آئے۔ آگے بڑھے اور فرمایا میں کروں گا تم سے مقابلہ۔ یہ کہا اور اس کی طرف دوڑ لگادی۔ اس کے اونٹ کے نزدیک پہنچتے ہی ایک اونچی چھلانگ لگائی اور پہلے تو اسے نیچے گرایا

پھر ایک ہی وار میں اس کا کام تمام کر دیا۔ مسلمانوں نے اللہ اکبر کا نعرہ بلند کیا۔

جبل رماۃ کے درے پر نبی اکرم ﷺ نے سیدنا عبد اللہ بن جبیر رضی اللہ عنہ کو پچاس تیر اندازوں کی قیادت سونپی تھی اور فرمایا تھا: اس جگہ کو نہ چھوڑنا۔ یہ حضرات وہاں چوکس کھڑے تھے کہ مشرکوں کے ایک کو اپنی طرف آتے دیکھا۔ یہ دستہ خالد بن ولید کا تھا۔ یہ اس وقت مسلمان نہیں ہوئے تھے اور جنگی صلاحیت تو انہیں اللہ تعالیٰ کی طرف سے ملی تھی۔ وہ زبردست جنگجو تھے اور جنگ کے میدان کا خوب غور سے جائزہ لیتے تھے۔ وہ اس کام میں ماہر تھے۔ انہوں نے بھانپ لیا کہ اگر مشرکین اس درے کی طرف سے مسلمانوں پر حملہ آور ہو جائیں تو کامیابی ہو سکتی ہے۔ اس طرح مسلمان پیچھے کی طرف سے گھر جائیں گے اور اس صورت حال سے وہ فائدہ اٹھا سکتے ہیں۔ چنانچہ یہ اپنے دستے کو لے کر اس طرف بڑھے اور حملہ کرنے کی کوشش کی۔ سیدنا عبد اللہ بن جبیر رضی اللہ عنہ پہلے ہی ہوشیار تھے، انہوں نے اپنے دستے کو حکم دیا: ''دشمن پر تیر برساؤ کہ دشمن پیچھے ہٹنے پر مجبور ہو جائے۔'' اس طرف سے تیر اندازی شروع ہوگئی اور اس قدر مہارت سے ہوئی کہ خالد بن ولید جیسے سپہ سالار بھی اپنے دستے کے قدم جمانے میں کامیاب نہ ہو سکے۔ لیکن وہ بھی خالد بن ولید تھے، اپنی جنگی صلاحیتوں کا انہیں بھی اندازہ تھا۔ چنانچہ کچھ دیر گزرنے پر وہ پھر حملہ آور ہوئے۔ سیدنا عبد اللہ بن جبیر نے پھر اپنے تیر اندازوں کو تیر برسانے کا حکم دیا۔ تیر اندازوں نے خالد بن ولید کے دستے کا منہ پھیر کر رکھ دیا۔ کچھ دیر بعد پھر انہوں نے اس طرف سے کامیابی حاصل کرنے کی کوشش کی لیکن اس بار بھی انہیں کامیابی حاصل نہ ہو سکی۔

جنگ اب پورے زوروں پر تھی۔ سات سو مجاہدین کا چھوٹا سا ایک لشکر ایک بڑے لشکر سے ٹکرا رہا تھا۔ جب کہ یہ بڑا لشکر ساز و سامان سے بھی پوری طرح لیس تھا۔ آخر کافر پورا زور لگا چکے تھے اور مسلمانوں کو ایک انچ بھی پیچھے نہ دھکیل سکے، بلکہ خود انہیں بار بار پیچھے ہٹنا پڑا تو ان کا حوصلہ جو کہ میدان جنگ میں اہم چیز ہے شکست کھا گیا۔ حوصلے کا ٹوٹنا تھا کہ ان کے پاؤں اکھڑ گئے۔ ان کا جھنڈا بھی گر گیا۔ پھر کسی نے ان کو اٹھانے کی کوشش نہ کی۔ ان کی عورتیں جو کچھ دیر پہلے اشعار گا گا کر اپنے مردوں کو جوش دلا رہی تھیں، ان کا حوصلہ بڑھا رہی تھیں، اب وہ اپنا کام بھول کر پنڈلیوں تک کپڑے اٹھائے بھاگنے لگیں۔

مسلمانوں نے جب کافروں کو بھاگتے دیکھا تو اللہ اکبر کا زوردار نعرہ لگایا اور ان کا تعاقب شروع کر دیا۔ دشمن بدحواس ہو چکا تھا۔ مسلمانوں کو اپنے تعاقب میں دیکھ کر اور زیادہ بوکھلا گیا اور سر پیر رکھ کر بھاگا۔ کافی دور تک پیچھا کرنے کے بعد مسلمان لوٹ آئے اور مال غنیمت اکٹھا کرنے لگے۔ میدانِ جنگ اب دشمن سے خالی ہو چکا تھا، اب مسلمان تھے اور مال غنیمت! اس وقت تیر انداز دستے سے وہ تاریخی غلطی سرزد ہوگئی جس کا خمیازہ انہیں بعد میں خوب بھگتنا پڑا۔ اللہ کے رسول ﷺ نے انہیں حکم فرمایا تھا: ''تم لوگ اس گھاٹی سے نہ ہٹنا!''۔ لیکن میدان کو دشمن سے خالی دیکھ کر اور دوسرے مسلمانوں کو مال غنیمت اکٹھا کرتے دیکھ کر وہ گھاٹی پر کھڑے نہ رہ سکے۔ انہوں نے میدان کا رخ کیا۔ اس پر سیدنا عبد اللہ بن جبیر نے انہیں ٹوکا اور فرمایا: ''رسول اللہ ﷺ نے جنگ جاری رہنے تک یہاں ٹھہرنے کا حکم فرمایا تھا۔ جواب آیا اب جب جنگ ختم ہو چکی ہے تو ہم یہاں رہ کر کیا کریں گے؟ مالِ غنیمت لوٹا جا رہا ہے، ہم کیوں پیچھے رہیں۔ اس پر عبد اللہ بن جبیر نے فرمایا: ''ہمیں ہر حال میں اللہ کے رسول ﷺ کی ہدایت پر عمل کرنا چاہیے''۔ لیکن تیر اندازوں نے جبل رماۃ کو چھوڑ دیا اور میدان جنگ کی طرف چلے گئے۔ تاہم عبد اللہ بن جبیر اور ان کے نو ساتھی وہاں ڈٹے رہے۔ خالد بن ولید تین بار اس طرف سے حملہ کرنے کی ناکام کوشش کر چکے تھے۔ ان کا دستہ بھی شکست کھا کر بھاگ رہا تھا۔ لیکن ان کی نظریں اس وقت بھی اس گھاٹی پر تھیں۔ جب انہوں نے دیکھا کہ مسلمان وہاں سے ہٹ گئے ہیں تو انہوں نے فوراً اپنے دستے کے ساتھ تیزی سے چکر کاٹا اور اسلامی لشکر کی پشت پر جا پہنچے۔ اب وہ گھاٹی والا راستہ ان کے لیے صاف تھا۔ عبد اللہ بن جبیر اور ان کے نو ساتھی کب تک اس پورے دستے کو روکتے۔ ان کے تیر ختم ہوگئے اور نوبت شہادت تک پہنچی۔ انہیں شہید کرنے کے بعد خالد بن ولید اپنے دستے کو لے

کر میدان جنگ کی طرف بڑھے اور مال غنیمت لوٹنے والے مسلمانوں پر حملہ کر دیا۔

یہ حملہ ایک تو بہت ہی زبردست تھا۔ دوسرا مسلمان تو اس وقت لڑائی کی پوزیشن میں تھے ہی نہیں۔ بس انہوں نے مسلمانوں کو اپنی تلواروں پر لیا۔ مسلمان بکھر کر رہ گئے، خود اللہ کے رسول ﷺ کے ساتھ صرف چند صحابہ رہ گئے۔ یہ دیکھ کر خالد بن ولید کے ساتھیوں نے نعرہ بلند کیا۔ بھاگتے کافروں نے پانسہ پلٹتے دیکھا تو وہ بھی میدان جنگ کی طرف مڑے۔ ایک عورت نے گرا ہوا جھنڈا اٹھا لیا۔ کافر اس کے گرد جمع ہو گئے اور نئے سرے سے جم کر لڑنے لگے۔ مسلمان آگے اور پیچھے دونوں طرف سے اب کافروں کے گھیرے میں آ چکے تھے۔

رسول اللہ ﷺ نے اس وقت بے مثال شجاعت کا مظاہرہ کیا۔ ایک نہایت ہی منجھے ہوئے جرنیل کی طرح آپ ﷺ نے چند لمحات میں میدان جنگ کا جائزہ لے لیا۔ آپ ﷺ کے ساتھ اس وقت صرف نو صحابہ تھے۔ آپ ﷺ کے سامنے مسلمان دشمن کے گھیرے میں تھے۔ انہیں کافر شہید کر رہے تھے۔ باقی مسلمان ادھر ادھر منتشر ہو کر رہ گئے تھے۔ آپ ﷺ کے سامنے اب دو راستے تھے ایک یہ کہ اپنی جان بچاتے اور بھاگ کر کسی محفوظ مقام پر پہنچ جاتے۔ اپنے لشکر کو اس کی قسمت پر چھوڑ دیتے کہ وہ اب پوری طرح دشمن کے نرغے میں تھا یا پھر اپنی جان کو خطرے میں ڈال کر اپنے صحابہ کو بلاتے اور انہیں یکجا کرتے۔ اس طرح مسلمان کافروں کا گھیرا توڑ سکتے تھے۔ پھر مسلمان محفوظ راستے کی طرف یعنی احد کی بلندی کی طرف جانے کا راستہ بنا سکتے تھے۔ چنانچہ نبی اکرم ﷺ نے دوسرا راستہ اختیار کیا جو بلا شبہ مشکل اور کٹھن تھا۔ تاہم یہ ایک بہادر، شجاع اور پختہ کار سپہ سالار کا فیصلہ تھا۔ آپ ﷺ نے خالد بن ولید کے دستے کو دیکھا تو فوراً بلند آواز میں صحابہ کو پکارا:

''اللہ کے بندو ادھر آؤ''۔

اس وقت تک بہت سے کافر رسول اللہ ﷺ کا رخ کر چکے تھے۔ مسلمان بکھر چکے تھے، عجیب ابتری کا عالم تھا۔ دوسری طرف کسی نے آواز لگائی کہ رسول اللہ ﷺ شہید ہو گئے ہیں۔ اس غلط خبر نے مسلمانوں میں مزید بے چینی پھیلا دی۔ لیکن کچھ ہی دیر بعد مسلمانوں پر واضح ہو گیا کہ رسول اللہ ﷺ سلامت ہیں تو وہ جوش سے بھر گئے۔

> قرآن پاک میں اللہ رب العزت نے غزوہ احد میں مسلمانوں کی ہزیمت و شکست کے اسباب اور علل اسرار اور حکم کی طرف اشارہ فرمایا ہے تاکہ معلوم ہو جائے کہ اللہ کے پیغمبر کا حکم نہ ماننے، ہمت ہار دینے اور آپس میں جھگڑنے کا کیا انجام ہوتا ہے۔ اور تاکہ پکے اور کچے کا اور جھوٹے اور سچے کا امتیاز ہو جائے اور مخلص اور منافق، صادق اور کاذب کا اخلاص اور نفاق، صدق اور کذب ایسا واضح اور روشن ہو جائے کہ کسی قسم کا اشتباہ باقی نہ رہے۔ اور تاکہ اپنے خاص محبین اور مخلصین اور شائقین لقاء خداوندی کو شہادت فی سبیل اللہ کی نعمت کبریٰ اور نعمت عظمیٰ سے سرفراز فرمائیں جس کے وہ پہلے سے مشتاق تھے اور بدر میں فدیہ اسی امید پر لیا تھا کہ آئندہ سال ہم میں سے ستر آدمی خدا کی راہ میں شہادت حاصل کریں گے۔ اس نعمت اور دولت سے حق تعالیٰ اپنے دوستوں ہی کو نوازتا ہے ظالموں اور فاسقوں کو یہ نعمت نہیں دی جاتی

رسول اللہ ﷺ نے اپنے صحابہ کو آواز دی ''میں اس طرف ہوں'' مسلمانوں سے پہلے آپ ﷺ کی آواز کافروں نے سن لی۔ لہٰذا جنگ کا مرکز آپ ﷺ کے ارد گرد ہو گیا۔ کافروں کی سب سے بڑی خواہش تھی کہ کسی طرح (نعوذ باللہ) آپ ﷺ کو قتل کر دیں۔ وہ بڑھ بڑھ کر آپ ﷺ پر حملے کرنے لگے۔ اس

وقت آپ ﷺ کے ارد گرد صرف نو صحابہ تھے۔ جنہوں نے جانثاری کی انتہا کر دی۔اس سب معاملے کے بعد جب رسول اللہ ﷺ اپنی قیادم گاہ پہنچے تو کافروں نے آخری حملہ کیا۔ابو سفیان کی خواہش تھی کہ پہاڑ تک رسائی حاصل کرلے مگر ناکام لوٹنا پڑا۔

مسلمانوں نے جب یہ دیکھا کہ کفار مکے کا رخ کر رہے ہیں تو قریش کی روانگی کے بعد میدان جنگ میں واپس اور شہداء کی لاشوں کو جمع کرنے لگے۔احد کی لڑائی میں 70 صحابہ شہید ہوئے۔کافروں کے 37 افراد مارے گئے۔اللہ کے رسول ﷺ نے تمام شہداء کی نماز جنازہ پڑھائی۔رسول اللہ ﷺ اسی روز شام تک مدینہ منورہ پہنچ گئے۔اگرچہ مسلمان زخموں سے چور تھے لیکن دوسری طرف یہ خطرہ بھی تھا کہ کفار کہیں واپس پلٹ کر حملہ نہ کر دیں۔چنانچہ مسلمانوں نے تمام رات جاگ کر گزاری۔اگلے روز 8 شوال 3ھ کو آپ ﷺ نے اعلان فرمایا کہ دشمن کے مقابلے کے لیے چلنا ہے لیکن صرف وہ لوگ ہی جائیں گے جو احد میں ہمارے ساتھ تھے۔مسلمانوں نے فوراً لبیک کہا اور مدینہ منورہ سے 8 میل دور "حمراءالاسد" کے مقام پر خیمہ زن ہوگئے۔ادھر کافروں نے 36 میل دور جا کر روحاء کے مقام پر پڑاؤ ڈالا۔وہ دوبارہ مسلمانوں پر حملہ کرنے کے بارے میں سوچ رہے تھے کہ مسلمانوں کی شان و شوکت اب بھی باقی ہے۔

بنو خزاعہ کا ایک آدمی وہاں آپہنچا یہ اس وقت مسلمان ہو چکے تھے لیکن کافروں کو ان کے اسلام قبول کرنے کا علم نہیں تھا۔ان لوگوں نے ان سے حالات پوچھے تو انہوں نے بتایا: "میری رائے تو یہ ہے کہ مدینے کا رخ نہ کرو! محمد اپنے ساتھیوں کے ساتھ تمہارے تعاقب میں نکل چکے ہیں اور ان کے ساتھی نہایت جوش اور غصے کی حالت میں ہیں"۔یہ سن کر قریش کی طاقت اور دشمنی کے غبارے کی ہوا نکل گئی اور انہیں نے مدینہ کا رخ نہ کرنے ہی میں عافیت سمجھی۔اللہ کے رسول ﷺ نے تین دن وہاں قیام فرمایا، پھر 11 شوال کو واپس مدینہ منورہ لوٹ آئے۔

قرآن پاک میں اللہ رب العزت نے غزوہ احد میں مسلمانوں کی ہزیمت و شکست کے اسباب اور علل اسرار اور حکم کی طرف اشارہ فرمایا ہے تاکہ معلوم ہو جائے کہ اللہ کے پیغمبر کا حکم نہ ماننے، ہمت ہار دینے اور آپس میں جھگڑنے کا کیا انجام ہوتا ہے۔اور تاکہ پکے اور کچے کا اور جھوٹے اور سچے کا امتیاز ہو جائے اور مخلص اور منافق، صادق اور کاذب کا اخلاص اور نفاق، صدق اور کذب ایسا واضح اور روشن ہو جائے کہ کسی قسم کا اشتباہ باقی نہ رہے۔اور تاکہ اپنے خاص محبین اور مخلصین اور شائقین لقاء خداوندی کو شہادت فی سبیل اللہ کی نعمت کبریٰ اور نعمت عظمیٰ سے سرفراز فرمائیں جس کے وہ پہلے سے مشتاق تھے اور بدر میں فدیہ اسی امید پر لیا تھا کہ آئندہ سال ہم میں سے ستر آدمی خدا کی راہ میں شہادت حاصل کریں گے۔اس نعمت اور دولت سے حق تعالیٰ اپنے دوستوں ہی کو نوازتا ہے ظالموں اور فاسقوں کو یہ نعمت نہیں دی جاتی۔

اس جنگ کے نتیجہ کو کسی کی فتح یا شکست نہیں کہا جا سکتا کیونکہ دونوں طرف شدید نقصان ہوا اور کبھی مسلمان غالب آئے اور کبھی مشرکین لیکن آخر میں مشرکین کا لشکر لڑائی ترک کر کے مکہ واپس چلا گیا۔لیکن مسلمانوں کو اپنے سالار کا حکم نہ ماننے کی پاداش میں انہیں شدید نقصان اٹھانا پڑا۔یہ بات تاریخ کے آئینے میں عکس بن کر جھلملا رہی ہے انہوں نے چودہ سو سال قبل حکم نہ ماننے پر نقصان اٹھایا۔کہیں آج ہم بھی حکم نہ ماننے پر نقصان تو نہیں اٹھا رہے۔

اس واقعہ سے ایک اور اہم سبق یہ بھی سامنے آیا کہ اطاعتِ امیر کس قدر اہمیت کی حامل ہے۔جب بات امیر کی اطاعت کی آتی ہے تو یہ بھی واضح ہونا ضروری ہے کہ کون سا امیر واجب الاطاعت ہے؟وہ امیر جو اسلام کے قانونِ اساسی کا محافظ، نظمِ حکومت اور امر بالمعروف و نہی عن المنکر کا ذمے دار، حفاظتِ مذہب اور امتِ اسلامیہ کی طاقت و قوت کا امین اور امورِ عامل کا نگہبان ہو۔

اسلام اور تصوّف

نفسانی خواہشات پر قابو پا لینے کا نام تصوف ہے

تصوّف کے عناصر میں عشقِ الٰہی شرطِ اولین ہے

ڈاکٹر انیلہ مبشر

اسلام میں روحانی تجربات، باطنی مشاہدات، شعور کی بیداری، فکرو نظر کی پختگی اور کشف و زہد سے متعلق ایک باقاعدہ نظام آغازِ اسلام سے ہی موجود و متحرک ہے۔ فرد کا تردد کا عقائد و ایمانیات کی بلند سطح پر پہنچ کر ریاضتوں اور مجاہدوں کے مراحل سے گزر کر، تلاشِ حق کی جستجو میں عین الیقین کی منزل تک پہنچنا اسلامی تصوف کہلاتا ہے۔ صوفیائے عظام نے اپنی اپنی کیفیت اور ذوق کے مطابق تصوف کی حقیقت سے پردہ کشائی فرمائی ہے۔ عام فہم میں ہر طرف سے ٹوٹ کر اللہ کے قدموں میں جھک جانے والوں کا اصطلاحی نام صوفیہ اور ان کے علمی و عملی نظام کا نام تصوف ہے۔ روحِ انسانی کا تمام تر بشری تقاضوں کے باوجود صادق جذبوں کے ساتھ اصل کی طرف راغب ہونا۔ نفس کو ارادہِ الٰہی کے تابع کر دینا، قربِ الٰہی کی جستجو میں سرگرداں رہنا اور مخلوق کا خالق سے ملنے اور اسے پانے کی شدید ترین آرزو کا دوسرا نام تصوف ہے۔ جیسا کہ رب العزت نے خود ہی یہ نوید سنائی ہے کہ یحبھم ویحبونہ اگر تم مجھ سے محبت کرو گے تو میں بھی تم سے محبت کروں گا۔ بندہِ فانی کا یہ یقینِ کامل کہ روح فی الحقیقت اللہ سے جدا نہیں بلکہ باہم متصل ہے۔ وارداتِ قلبی کی بدولت، ذاتِ حق سے ہر وقت حضوری میں رہنا اور ہر قدم، ہر بات اور ہر ساعت میں حق تعالیٰ کو مرکزِ نگاہ میں رکھنا ہی تصوف ہے۔

قرآن کریم میں اس عشق و محبت کو یوں بیان فرمایا گیا ہے:

وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَشَدُّ حُبًّا لِّلّٰهِ۔ (البقرہ، ۲: ۱۶۵)

”ایمان والے اللہ سے ٹوٹ کر محبت کرتے ہیں۔“

مزید فرمایا:

وَتَبَتَّلْ اِلَيْهِ تَبْتِيْلًا۔ (المزمل، ۷۳: ۸)

”سب کچھ چھوڑ کر اسی کے ہو جایئے۔“

یعنی اہل ایمان جو عشقِ الٰہی کی حلاوت و لذت سے بہرہ مند ہوتے ہیں۔ ان کے دل اللہ کی محبت میں روشن اور منور ہو جاتے ہیں۔ ان کی رگ رگ میں عشقِ الٰہی سرایت کر جاتا ہے پھر چاہے وہ آتشِ نمرود میں ڈال دیئے جائیں، کوئلوں پر جھلسا دیئے جائیں یا تپتی ریت پر تڑپا دیئے جائیں، عالم بے خودی میں ان کے لبوں سے احد احد کی صدائیں بلند ہوتی ہیں۔

تصوف کے عناصر میں عشقِ الٰہی بنیادی شرط ہے۔ حضرت جنید بغدادی جو جادہ عشقِ الٰہی کے عظیم رہرو تھے ان سے تصوف کی ماہیت کی بابت پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا کہ بندہ بغیر کسی نسبت و ظاہری تعلق کے ہر وقت اللہ کے ساتھ رہے۔ اللہ کی رضا پر راضی رہے اور اس کی پسند کو اپنی پسند ٹھہرائے۔ اس عشق و مستی کے خود قرآن کریم میں بھی واضح اشارے ملتے ہیں۔

تَتَجَافٰى جُنُوْبُهُمْ عَنِ الْمَضَاجِعِ۔ (السجدہ، ۳۲: ۱۶)

”(عاشق لوگ تو وہ ہیں) شب کے راحت کدوں میں بھی ان کے پہلو بچھونوں سے جدا رہتے ہیں۔“

ایک دوسری جگہ ارشاد ہوتا ہے:

الَّذِيْنَ يَذْكُرُوْنَ اللّٰهَ قِيٰمًا وَّقُعُوْدًا وَّعَلٰى جُنُوْبِهِمْ۔

”وہ اٹھتے بیٹھتے اور لیٹتے الغرض ہر حالت میں اللہ کی یاد میں مگن رہتے ہیں۔“ (آل عمران، ۳: ۱۹۱)

تصوف کا مقصود یہی ہے کہ جذبہ عشق و محبت صرف اللہ کے لیے ہو نہ کہ غیر اللہ کے لیے۔ تصوف اسے جمال مصطفوی اور کمالِ خداوندی دونوں سے اخذ کرتا ہے خود رسولِ اکرم ﷺ کی زندگی محبتِ الٰہی میں سرشاری کی زندگی تھی۔ آپ دعا فرمایا کرتے تھے۔

”الٰہی تو اپنی محبت کو میری جان سے میرے اہل و عیال سے اور ٹھنڈے پانی سے بھی زیادہ میری نظر میں محبوب بنا۔“ (جامع ترمذی)

حضرت رابعہ بصریؒ نے تصوف کے ضمن میں محبتِ الٰہی کو نہایت خوبصورت پیرائے میں بیان فرمایا ہے۔ آپ فرماتی ہیں:

”اے میرے اللہ! دنیا میں میرے لیے جو حصہ متعین کیا گیا ہے وہ اپنے معاندین کو دیدے اور جو حصہ عقبی میں میرے لیے مخصوص ہے وہ اپنے دوستوں میں تقسیم فرما دے کیونکہ میرے لیے تو صرف تیرا وجود ہی بہت کافی ہے اور اگر میں جہنم کے ڈر سے عبادت کرتی ہوں تو مجھے جہنم میں جھونک دے اور اگر خواہشِ فردوس کی وجہ سے عبادت کرتی ہوں تو فردوس کو میرے لیے حرام فرمادے اور اگر پرستش صرف تمنائے دیدار کے لیے ہو تو پھر اپنے جمالِ عالم نور سے مشرف فرمادے۔“

صوفیا کرام کے نزدیک عشقِ الٰہی کی اصل یہ تھی کہ خوف جہنم اور طمع جنت سے بے نیاز ہو کر اللہ کو یاد کیا جائے اور اس کی ذات سے والہانہ محبت کسی دوسرے جذبے کے تابع نہ ہو۔

حجۃ الاسلام امام غزالیؒ جو اسلام کے عظیم عالم اور فلسفی ہیں تلاشِ حق میں اہل صوفہ کی روحانی بالیدگی کے معترف ہیں آپ فرماتے ہیں کہ میرا دل غیر مطمئن تھا اور میں تلاشِ حق میں سرگرداں تھا۔ میں علم الکلام کے علما کے پاس گیا۔ ان سے پوچھا کہ تمہارے پاس حق ہے۔ انھوں نے حق کے لیے جو دلائل دیئے ان کو میں مانتا ہوں مگر ان کے ذریعے میں حق تک نہیں پہنچ سکا۔ میں فلسفیوں کے پاس گیا مگر ان کے فلسفے نے بھی میری کچھ رہنمائی نہ کی۔ آخر میں صوفیا کرام کے پاس گیا اور ان سے پوچھا کہ حق کیا ہے انھوں نے فرمایا حق ہماری راہ میں ہے چنانچہ میں نے ان کی راہ کو اپنایا تو حق کو پالیا۔

امام غزالیؒ المنقذ من الضلال میں صوفیا کرام کی عظمت کی وجہ بیان کرتے ہیں کہ صوفیائے عظام کی تمام حرکات و سکنات، ظاہری و باطنی مشکوٰۃ نبوت کے نور سے مزین ہیں اور روئے زمین پر کوئی نور سوائے نورِ نبوت کے ایسا نہیں جس سے روشنی حاصل کی جائے۔

حضرت علی بن عثمان الہجویریؒ نے کشف المحجوب تحریر کی جو حجابِ بشریت کے کشف میں نہایت موزوں ہے۔ اس میں اسرارِ الٰہی کو اس طرح منکشف کیا گیا ہے کہ راہ حق میں حائل پردہِ حجاب ایک ایک کر کے اٹھ جاتے ہیں اور طالبِ حق کو نور حق سے مستفید ہونے کا موقع میسر آجاتا ہے۔ آپ نے تصوف کو ان الفاظ میں متعارف کروایا۔

”تصوف نام ہے قلب کو مخلوقات سے مکمل طور پر فارغ کر لینے، نفسانی خواہشات پر قابو پالینے، روحانی کمالات کے حصول کی کوشش اور اتباع شریعت کے ذریعے وصول الی اللہ کا۔“ (کشف المحجوب)

کہا جاتا ہے کہ تصوف کی ہزار تعریفیں ہیں جو صوفیا کرام نے اپنے اپنے مشاہدے اور ذوق کے مطابق کی ہیں۔ تصوف کے بارے میں شیخ المشائخ سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانیؒ نے اس طرح وضاحت فرمائی ہے کہ لفظ تصوف کے چار حروف ہیں۔ پہلا حرف (ت) سے مراد تزکیہ نفس ہے جو نفس کو بری صفات سے پاک کرنے اور اچھی صفات کی آبیاری کا نام ہے جس میں بندہ مکارمِ اخلاق کی اس بلندی پر ہوتا ہے جس میں وہ اخلاقِ اللہ سے قریب تر ہونے کی کوشش کرتا ہے۔ گویا تزکیہ نفس اخلاقِ حسنہ کی معراج کو پالینے کا نام ہے۔ قرآن کریم میں تزکیہ نفس کو بعثت کا ایک اہم مقصد قرار دیا گیا ہے۔

رَبَّنَا وَابۡعَثۡ فِيۡهِمۡ رَسُوۡلًا مِّنۡهُمۡ يَتۡلُوۡا عَلَيۡهِمۡ اٰيٰتِكَ وَيُعَلِّمُهُمُ الۡكِتٰبَ وَالۡحِكۡمَةَ وَيُزَكِّيۡهِمۡ‌ؕ اِنَّكَ اَنۡتَ الۡعَزِيۡزُ الۡحَكِيۡمُ۔

”اے ہمارے رب! ان میں انہی میں سے (وہ آخری اور برگزیدہ) رسول (ﷺ) مبعوث فرما جو ان پر

تیری آیتیں تلاوت فرمائے اور انہیں کتاب اور حکمت کی تعلیم دے (کر دانائے راز بنا دے) اور ان (کے نفوس و قلوب) کو خوب پاک صاف کر دے، بے شک تو ہی غالب حکمت والا ہے۔"(البقرہ،۲: ۱۲۹)

اس آیت میں محمد رسول اللہ ﷺ کی بعثت کے چار مقاصد بیان فرمائے گئے ہیں۔ تلاوتِ آیات، تعلیم کتاب، تعلیم حکمت اور تزکیہ نفس۔ تزکیہ نفس تصوف کا ایک بنیادی وصف ہے۔ جو شیطان کے ہر حملے میں ڈھال کا کام دیتا ہے بلکہ تصوف کی منازل کا پہلا پڑاؤ ہے۔ لفظ تصوف کا دوسرا حرف (ص) ہے جس سے مراد صفائے قلب ہے۔

جیساکہ ارشادِ ربانی ہے:

قَدْ اَفْلَحَ مَنْ زَكّٰىهَا۔(الشمس،۹۱: ۹)

" بے شک وہ شخص فلاح پا گیا جس نے اس (نفس) کو (رذائل سے) پاک کر لیا (اور اس میں نیکی کی نشو و نما کی)۔"

صوفیائے عظام کی زندگیوں کے احوال وآثار کا مطالعہ کریں تو ان کی تمام تر عبادتوں اور ریاضتوں کی غایت صفائے قلب سے عبارت ہے اور صفائے قلب و باطن ہی تصوف کی روح ہے کیونکہ اگر دل صاف نہ ہو تو اس پر عبادت کے نقش بھی نہیں جم سکتے اور نہ ہی تقویٰ کے حقیقی ثمرات میسر آسکتے ہیں۔ باطن کی طہارت سے مراد دل کو بشری ضرورتوں اور آلائشوں سے پاک کرنا۔ دنیاوی خواہشات، کھانے پینے، زیادہ سونے اور گفتگو کرنے سے پرہیز، غیبت، تکبر، خود پسندی جیسے باطنی و روحانی امراض سے کنارہ کش ہونا ہے۔ صوفی قلب و باطن کی آلودگیوں کو رگڑ رگڑ کر اس طرح صاف کرتا ہے کہ باطن کا شیشہ شیطانی وسوسوں سے پاک، پرنور اور چمکدار ہو جائے۔ ان تمام ریاضتوں کے ساتھ عبادات، تسبیحات اور نوافل کو بکثرت جاری رکھا جاتا ہے۔

لفظ تصوف کا تیسرا حرف (و) ہے جس سے مراد ولایت ہے۔ تزکیہ نفس توبہ اور صفائے قلب و باطن کے بعد یہ عظیم مرتبہ ولایت حاصل ہوتا ہے۔ درجہ ولایت اخلاقِ حمیدہ اور صفاتِ الٰہیہ سے متصف ہے۔ انہی اعلیٰ اوصاف کی بدولت اللہ کا ولی عوام الناس کے لیے رشد و ہدایت کا باعث بنتا ہے اور دین کی خدمت بجا لاتا ہے۔ لفظ تصوف کا آخری حرف (ف) ہے جس سے مراد فنا فی اللہ ہے۔ اللہ کا ولی اللہ کے ذکر کی کثرت سے اپنی تمام نفسانی خواہشات ختم کر کے خود کو اللہ کے ذکر میں گم کر دیتا ہے۔ فنا فی اللہ کا یہ مقام ولی کو حیاتِ جاوید عطا کرنے کا باعث بنتا ہے۔ صدیاں گزرنے کے باوجود وہ لوگوں کے دلوں میں زندہ رہتا ہے۔

تصوف کی ماہیت جاننے کے بعد تصوف کی تاریخ اور نقطہ آغاز کا جائزہ لیں تو اندازہ ہوتا ہے کہ اس کے ابتدائی نقوش اور خدوخال نبی کریم ﷺ اور صحابہ کبارؓ کی حیات و اطوار، پاکیزہ اخلاق اور عمل صالحہ سے مزین ہیں۔ امام قشیریؒ نے اس کی وضاحت اس طرح فرمائی ہے:

"تصوف کی حقیقت رسول کریم ﷺ، صحابہ رضوان اللہ، تابعین اور تبع تابعین کے عہد میں موجود تھی لیکن اس حقیقت کا کوئی مخصوص نام نہ تھا۔ دوسری صدی ہجری سے پہلے اس حقیقت کو تصوف کے نام سے موسوم کیا گیا۔"

حضرت علی بن عثمان ہجویریؒ نے اسلام کے ابتدائی دور میں تصوف کی موجودگی کو اس طرح بیان فرمایا ہے:

"صحابہ اور سلف صالحین کے دور میں تصوف کا نام نہ تھا لیکن اس کی حقیقت ہر شخص میں موجود تھی۔ آج نام موجود ہے لیکن حقیقت مفقود ہے۔"

نبی کریم ﷺ کی حیات طیبہ پر نظر ڈالیں تو اندازہ ہوتا ہے کہ آپ اخلاقِ عالیہ کے بلند درجے پر فائز اور مکارم اخلاق کے معلمِ اعلیٰ تھے۔ آپ کا فرمان ہے کہ "میں حسنِ اخلاق کی تکمیل کے لیے بھیجا گیا ہوں۔" (موطا امام مالک) اسلام میں حسنِ اخلاق کو نصف دین ثمرہ جہاد اور ریاضتِ عابدین قرار دیا جاتا ہے۔ حضور ﷺ کے حسنِ اخلاق سے متاثر ہو کر صوفیائے کرام نے مکارم اخلاق کی تحصیل کو لازمی قرار دیا۔ عشق کے رموز بھی مشائخ نے آپ ﷺ کی ذاتِ اقدس سے سیکھے کہ حبِ الٰہی میں آپ کی سرشاری ایسی تھی کہ بقول حضرت عائشہ صدیقہؓ آپ رات بھر ایسے عبادت فرماتے کہ آپ کے پائے مبارک پر ورم آجاتی۔ رمضان کا آخری عشرہ دنیا سے کنارہ کش ہو کر اعتکاف میں بسر فرماتے۔

خلیفہ اول حضرت ابو بکر صدیقؓ نے اپنی زندگی میں پاکیزہ صفات حضور ﷺ کی حیات طیبہ سے اخذ کیں اور معرفت الٰہی کے تمام اسرار و رموز بھی آپ ﷺ سے سیکھے۔ جیشِ عسرت کی

تیاری میں آپ کا ایثار کہ گھر کا تمام اثاثہ محمد رسول اللہ ﷺ کے قدموں میں پیش کر دینا اور اہل خانہ کے لیے صرف اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی محبت چھوڑ دینا۔ وقت نماز آپ کا یہ ارشاد فرمانا کہ اے بنی آدم نماز کے ذریعے اس آگ کو بجھاؤ جو تم نے سینوں میں جلا رکھی ہے۔ الغرض آپ کے کمال ایثار، توکل، حب رسول، محبتِ الٰہی اور عشقِ اسلام کی بنا پر حضرت علی بن عثمان ہجویریؒ، حضرت ابو بکر صدیقؓ کو مسلکِ تصوف کا امام قرار دیتے ہیں۔

حضرت عمر فاروقؓ، زہد و توکل کے جن اعلیٰ مدارج پر فائز تھے ابو نصر سراج نے اسے ان الفاظ میں بیان کیا ہے۔ "پیوند زدہ کپڑے پہننا، ترک شہوات، مشتبہ خوراک سے بچنا، کرامات کا ان سے ظاہر ہونا، مخلوق کی ملامت کی پرواہ نہ کرنا، راہ حق پر ہر حال میں مستقیم رہنا، باطل کے مٹانے پر ہر وقت آمادہ رہنا، عبادات کی شدت سے پابندی اور بیگانوں سے یکساں سلوک کرنا۔"

حضرت عمر فاروقؓ کی کرامت تھی کہ وہ صاحب کشف بھی تھے کہ جب انہوں نے مدینہ منورہ کے منبر سے سینکڑوں میل کے فاصلے پر حضرت ساریہؓ کو دیکھ لیا اور انہیں پہاڑ کی آڑ لینے کا حکم دیا۔ حضرت ساریہؓ نے حضرت عمرؓ کے مشورہ پر عمل کیا اور فتح پائی۔ حضرت ساریہؓ سے جب لوگوں نے پوچھا کہ آپ کو کیسے پتہ چلا کہ حضرت عمرؓ آپ کو پہاڑ کی آڑ لینے کا مشورہ دے رہے ہیں تو انھوں نے جواب دیا کہ میں نے خود حضرت عمرؓ کی آواز سنی تھی۔

حضرت عثمان غنیؓ کا شمار اصحابِ تمکین میں ہوتا ہے۔ آپ وہ دور اندیش تھے جنھوں نے مال کو ذاتی عیش و آرام پر خرچ نہ کیا بلکہ اسلام اور مسلمانوں کی سربلندی کے لیے خرچ کیا۔ جیش عسرت کی تیاری اور مدینہ منورہ میں بیرِ عثمان آپ کے فضل کی نشانی ہے۔

حضرت علی مرتضیٰؓ سادگی، فقر، رضائے الٰہی اور معرفتِ الٰہی میں ممتاز تھے۔ آپ کے فضائل و اخلاق سے صوفیاء کرام نے بے حد استفادہ کیا۔ تصوف کے تمام سوتے آپ ہی سے پھوٹتے ہیں۔ مثلاً ایک مرتبہ آپ سے سوال کیا گیا کہ کون شخص تمام عیوب سے محفوظ رہ سکتا ہے۔ آپ نے فرمایا وہ شخص جو عقل کو اپنا امیر، احتیاط کو اپنا وزیر، عبرت کو اپنی لگام، صبر کو اپنا فائدہ، تقویٰ کو اپنا ناصح، خوفِ خدا کو اپنا ہم نشین، موت کی یاد اور مصائب کو اپنا رفیق بنائے۔ سر خیل اربابِ تصوف حضرت جنید بغدادیؒ فرماتے ہیں کہ اصول معرفت اور آزمائش میں ہمارے مرشد حضرت علی مرتضیٰؓ ہیں۔ چنانچہ آپ ہی سے اکثر سلاسل تصوف بنے اور آپ کو امام طریقت کہا گیا۔

عہدِ رسالت اور خلفا راشدین کے دور میں اصحابِ صفہ کو صفیائے کرام کا پہلا گروہ کہا جاتا ہے۔ جو مسجد نبوی کے قریب ایک چبوترہ کے مکین تھے۔ تمام وقت عبادت، ریاضت، تزکیہ نفس میں لگے رہتے۔ ان کے نہ اہل و عیال تھے نہ مال و زر رکھتے تھے۔ اصول تصوف یعنی استغراقِ عبادات، توبہ، زہد، فقر، توکل، رضا پر قائم ابتدائی مبلغینِ اسلام تھے۔ اصحابِ صفہ کی زندگی اور خصائل اصحابِ تصوف کے لیے نمونہ تقلید بن گئے۔ خود رسول ﷺ بھی انہیں بہت عزیز رکھتے تھے۔ آپ ﷺ نے انھیں بشارت دی۔

"اے اصحابِ صفہ! تمھیں بشارت ہو، پس میری امت میں سے جو لوگ ان صفات سے متصف ہوں گے جن سے تم متصف ہو اور ان پر رضا مندی سے قائم رہیں گے تو بے شک جنت میں میرے ہم نشین ہوں گے۔"

محمد رسول اللہ ﷺ کی اس بشارت سے اسلامی نظام تصوف کا آغاز ہوا جس کا تعلق دور تابعین سے ہے یعنی ۴۳ھ سے ۱۵۰ھ تک اس دور تابعین میں اصحابِ تصوف میں دو بزرگ ہستیاں بہت نمایاں ہیں۔ حضرت اویس قرنیؓ اور حضرت حسن بصریؒ، حضرت اویس قرنیؓ کو حضور ﷺ سے غائبانہ عشق تھا۔ حبِ رسول ﷺ اور یادِ الٰہی میں آپ صحرا نوردی کرتے رہے ایک روایت کے مطابق ۳۷ھ میں حضرت علیؓ کی فوج میں شامل ہوئے اور جامِ شہادت نوش کیا۔ آنحضرت ﷺ کا فرمان ہے کہ اویس قرنیؓ روزِ قیامت قبیلہ ربیعہ و مضر کی بھیڑوں کے بالوں کی تعداد کے برابر میری امت کے لوگوں کی شفاعت کریں گے۔ حضرت حسن بصری مشہور تابعین میں سے ہیں آپ کا سال وفات ۱۱۰ھ ہے۔ تصوف میں آپ کے اشارات بہت لطیف تصور کیے جاتے ہیں اور تصوف کے بہت سے سلاسل آپ سے شروع ہوتے ہیں۔ دورِ تابعین سے متعلق صوفیہ میں بنو امیہ کی ظاہر داری اور دنیاداری کا واضح ردِ عمل نظر آتا ہے۔

دور تبع تابعین تقریباً دو صدیوں پر محیط ہے یعنی ۱۵۱ھ سے ۳۵۰ھ۔ یہ دور تصوف کا دور زریں کہلاتا ہے۔ اس دور میں ابو الہاشم کوفی کو دنیائے تصوف کا پہلا صوفی کہا جاتا ہے اور انھوں نے شام میں رملہ میں ذکر الٰہی کے لیے سب سے پہلی خانقاہ تعمیر

کرائی۔ اس دور میں حضرت رابعہ بصریؒ، حضرت ذوالنون مصریؒ، حضرت بایزید بسطامیؒ، حضرت جنید بغدادیؒ، حضرت ابو بکر شبلیؒ اس دور کے عظیم مشاہیر اور صوفیائے عظام سے تھے۔ اس طرح بے شمار بزرگانِ دین اور ان کے مریدین اطراف و اکناف ممالک اسلامیہ میں پھیل گئے اور تعلیم طریقت اور اشاعتِ دین میں مصروف ہو گئے۔

دور متاخرین میں عملی تصوف نے علمی تصوف کی شکل اختیار کر لی۔ اس دور کے اکابر صوفیا نے تصوف کی علمی تشریح کی طرف توجہ دی۔ اس دور میں حضرت علی بن عثمان ہجویریؒ، حضرت امام غزالیؒ، مولانا جلال الدین رومیؒ، شیخ اکبر محی الدین ابن عربیؒ شامل ہیں۔ ان کے علمی کارنامے دنیائے تصوف ہی میں نہیں بلکہ دنیائے اسلام میں ہمیشہ یادگار رہیں گے۔

تصوف کے ان ادوار کے مختصر جائزے سے اندازہ ہوتا ہے کہ خلافتِ راشدہ کے بعد عہد بنو امیہ کے سیاسی انتشار نے مسلمانوں کے اخلاقی اور روحانی رویے میں تبدیلی پیدا کی تو صوفیاء نے معاشرے کی اس بے اعتدالی کے خلاف تبلیغی جہاد کیا جو استقامتِ دین کا باعث بنا۔ مثلاً کوفہ جو ظلم و ستم کا مسکن رہا تھا تصوف کی ابتدائی تحریک اسی سرزمین سے شروع ہوئی۔ سیاسی و معاشرتی خلفشار کے اس دور میں گروہ صوفیاء نے بڑی بڑی ریاضتیں کیں اور مستقل ذکر و عبادت میں لگ گئے۔ یہ لوگ گدڑیاں پہنتے، نفس اور شیطان کے مکر و فریب سے بچنے کے لیے مراقبے اور مجاہدے کرتے، محبتِ الٰہی کسی خوف یا لالچ سے بے نیاز ہو کر کرتے اور لوگوں کو بھی یہی درس دیتے۔

بنو امیہ کے بعد بنو عباس میں اسلام کی بقا کو مذہبی بنیادوں پر پہلے سے بھی زیادہ خطرات درپیش تھے مگر صوفیاء نے وجدانی بصیرت سے کام لیتے ہوئے اسی صورت حال میں اپنی جدوجہد جاری رکھی اور اسلام کو ایک ایسے فتنے سے محفوظ رکھنے میں کامیاب ہو گئے جو فتنہ تاتار سے بھی زیادہ تباہ کن تھا۔ اس فتنہ نے یونانی علوم و فلسفے کے تراجم کی ترویج سے جنم لیا۔ خلفائے بنو عباس نے خلقِ قرآن کے مسئلہ پر صوفیاء اور مشائخ پر ظلم و ستم کی انتہا کر دی مگر امام احمد بن حنبلؒ اور ان کے مکتبِ فکر کے دوسرے مشائخ نے استقامتِ دین کی مثال قائم کر دی۔ ڈاکٹر خلیق احمد نظامی اس پر بحث کرتے ہوئے استدلال کرتے ہیں کہ صوفیا نے فلسفہ کی پیدا کردہ ذہنی لامرکزیت کو قلبی کیفیات سے دور کرنے کی کوشش کی۔ عوام الناس کے دلوں کو ایک مرکز پر مرتکز کیا۔ یونانی فلسفہ جو اسلام کی بنیادوں کو کھوکھلا کر رہا تھا۔ اس کے رد میں رسائل اور کتب تحریر کیں۔

حضرت معروف کرخیؒ نے استغراق پر زور دیا۔ حضرت سری سقطیؒ نے توحید کا وہ نظریہ پیش کیا جو بعد میں نظریہ وحدت الوجود کہلایا۔ حضرت ذوالنون مصریؒ نے اپنی تصانیف میں مال و مقام پر بحث کی۔ اس طرح فلسفے اور عقلیت کے پیدا کردہ ذہنی رجحان کو دور کرنے کا سامان مہیا کیا۔ فتنہ تاتار نے دنیائے اسلام کو تہ و بالا کر کے رکھ دیا تو صوفیا کرام نے اس سیاسی انتشار و زوال کے دور میں دکھی دلوں کا مداوا کیا اور ان کے مرکز نگاہ کو رب العزت کی طرف پھیر کر انھیں پھر سے جینے کا حوصلہ دیا۔ اس طرح صوفیا کرام نے امت مسلمہ کی نبض پر ہاتھ رکھ کر روحانی و جسمانی امراض کی نشاندہی اور شفایابی کا سامان کیا۔

عصر حاضر میں نوجوان نسل ذہنی انتشار کا شکار ہے اور اسلامی عقائد و نظریات سے دامن چھڑانے کی کوشش کر رہی ہے۔ متزلزل عقائد کی اس دلدل میں گھرے نوجوانوں کو تصوف کی طرف راغب کرنے کی ضرورت پہلے سے کہیں زیادہ شدید ہے کیونکہ حسن اخلاق، تزکیہ نفس، صفائے قلب و باطن تصوف کے وہ عناصر ہیں جو ہمارے شعور اور لاشعور میں پلنے والے ذہنی جسمانی و روحانی امراض کا مداوا کر سکتے ہیں اور قلب و باطن کو جلا بخش سکتے ہیں۔ ہم اپنی زندگی میں ہر نئے پیدا ہونے والے مسئلے کا اپنی باطنی آنکھ اور بصیرت سے مشاہدہ کر کے دینی و اخروی کامیابی سمیٹ سکتے ہیں۔ یہ امر قابل غور ہے کہ یہ بزرگانِ دین و مشائخ ابتدا میں ہم سب کی طرح عام انسان تھے مگر عبادات، مجاہدات، تزکیہ قلب اور ترتیبِ نفس سے انھوں نے خود کو مثالی کردار میں ڈھال لیا۔ ہماری نوجوان نسل اگر اولیاء کرام اور صوفیائے عظام کے احوال و آثار کا مطالعہ کر لے تو وہ اپنے قلب و نظر میں روحانیت اور ایمانیات کی وہ شمع ایک بار پھر روشن کر سکتی ہیں جس نے کبھی عالم اسلام کو منور کیا تھا۔

خاندانی نظام میں عورت کا کردار

فی زمانہ عورت پر عائلی، معاشی اور معاشرتی ذمہ داریوں کا بوجھ پہلے سے کئی گنا زیادہ بڑھ گیا ہے

سعدیہ محمود

عورت کی شخصیت اور کردار ایک خاندان کی اخلاقی اقدار کا آئینہ دار ہوتی ہے کیونکہ عورت خاندان کی تشکیل کا بنیادی عنصر ہے۔قدرت کی طرف سے تفویض شدہ اس ذمہ داری کو اگرچہ عورت صدیوں سے نبھاتی چلی آ رہی ہے مگر غور طلب بات یہ ہے کہ آج ہمیں اس موضوع کو زیر بحث لانے کی ضرورت کیوں محسوس ہو رہی ہے؟ اوراگرچہ عورت اپنی ذمہ داریوں، فرائض اور کردار سے بخوبی آگاہ ہے تو پھر سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ آج عورت کے اس فطری کردار کو پرکھنے اور اس پر نظر ثانی کرنے کے سے کیا مقصود ہے؟

ارتقا اور تغیر اگرچہ ایک ناگزیر امر ہے مگر اکیسویں صدی ٹیکنالوجی میں حیرت انگیز ترقی اور انقلاب کی صدی ثابت ہوئی ہے جس نے ہر شعبۂ زندگی کو یکسر بدل کر رکھ دیا ہے۔نت نئی ایجادات جو آج انسانی زندگی کا ناگزیر حصہ بن چکی ہیں، آج سے دو دہائیاں قبل ان کا تصور بھی نہ ممکن تھا۔لہذا اس سارے تناظر میں عورت کے بنیادی کردار کا دائرہ کار بھی یکسر بدل گیا ہے جس کا اطلاق عورت کے حقوق سے لے کر اس کے فرائض اور ذمہ داریوں تک ہر پہلو پر ہوتا ہے۔ان سارے عوامل کو مد نظر رکھتے ہوئے اس آرٹیکل کا مقصد موجودہ حالات کے تناظر میں عورت کے خاندانی کردار کو اجاگر کرنا ہے تاکہ وہ آج کے دور کے تقاضوں اور تبدیلیوں کو پیش نظر رکھتے ہوئے اپنے فرائض کو بخوبی سرانجام دے سکے اور اپنے حقوق کا تحفظ بھی کر سکے۔

اللہ رب العزت نے بنی نوع انسان کی تخلیق کی ابتدا حضرت آدم علیہ اسلام سے فرمائی اور حضرت آدم علیہ السلام سے ہی حضرت حواؑ کو پیدا کیا۔گویا مرد اور عورت دونوں ایک ہی جنس سے پیدا کئے گئے۔یہ ممکن تھا کہ اللہ تعالی ایک ہی وقت میں بہت سارے مرد اور بہت ساری عورتیں پیدا کر دیتا اور ان سے بیک وقت نسل انسانی کا سلسلہ چل نکلتا مگر ایک ہی وجود سے نسل انسانی کو وجود اور حیات بخش کر قدرت نے ایک طرف بنی نوع انسان کو ایک خاندان کا تصور دے دیا اور ان میں ایک نسبی تعلق پیدا کر دیا جس کو جذبہ رحم سے جوڑ دیا۔جیسا کہ نبی کریم صل اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

اَلرَّحِمُ شُجْنَةٌ مِّنَ الرَّحْمٰنِ ، فَمَنْ وَصَلَهَا وَصَلَهُ اللهُ

”رشتہ داری رحمٰن سے تعلق رکھنے والی ایک شاخ ہے تو جو شخص اس کو ملائے گا اللہ کریم اس کو ملائے گا۔“(ترمذی،حدیث:1391)

اور دوسری طرف قابل غور امر یہ ہے کہ اس سارے عمل میں اللہ رب العزت نے عورت کو خلقت بنی نوع انسان کا فریضہ عطا کر کے مرکزی کردار کا حامل بنادیا اور اپنی ”رحمت“ کا خاص حصہ عورت کو ”رحَم“ کی صورت

میں ودیعت کر دیا۔ تخلیق صرف خدا کا وصف ہے مگر دنیا میں اس کا آلہ کار عورت کو بنا دیا۔گویا اللہ رب العزت نے انسانیت کو جوڑنے کے لیےجو وصفِ خاص عطا کیا وہ جذبہ رحم و ہمدردی ہے اور اس جذبہ کو بدرجہ اُتم عورت میں ودیعت کیا جس سے یہ حقیقت عیاں ہوتی ہے کہ ایک خاندان کو بنانے اور اسے مستحکم رکھنے میں عورت کا کردار کلیدی ہے جو کسی صورت نظر انداز نہیں کیا جا سکتا۔

اللہ رب العزت نے بنی نوع انسان کی تخلیق کی ابتدا حضرت آدم علیہ اسلام سے فرمائی اور حضرت آدم علیہ السلام سے ہی حضرت حواؑ کو پیدا کیا۔گویا مرد اور عورت دونوں ایک ہی جنس سے پیدا کئے گئے۔یہ ممکن تھا کہ اللہ تعالی ایک ہی وقت میں بہت سارے مرد اور بہت ساری عورتیں پیدا کر دیتا اور ان سے بیک وقت نسل انسانی کا سلسلہ چل نکلتا مگر ایک ہی وجود سے نسل انسانی کو وجود اور حیات بخش کر قدرت نے ایک طرف بنی نوع انسان کو ایک خاندان کا تصور دے دیا اور ان میں ایک نسبی تعلق پیدا کر دیا جس کو جذبہ رحم سے جوڑ دیا

اسلامی معاشرے میں خاندان کی ابتدا مرد اور عورت کے رشتہ ازدواج میں منسلک ہونے سے ہوتی ہے جو دراصل خاندان کے قیام کا پہلا تقاضا ہے اسی لئے اسلامی تہذیب اور تعلیمات میں نکاح کو خاص اہمیت حاصل ہے۔اس سلسلے میں نبی مکرم ﷺ نےسادگی کے ساتھ نکاح کی تاکید فرماتے ہوئے نکاح کے لئے یہ معیار دیا کہ ”عورت سے چار چیزوں کی بنیاد پر شادی کی جاتی ہے۔اس کا مال، حسب ، نسب ، خوبصورتی اور دینداری۔ تمہیں چاہئے کہ تم دیندار عورت کو حاصل کرو“۔(بخاری ،حدیث :0535)

اور ایک اور روایت میں آتا ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا ”تمہارے یہاں کوئی ایسا شخص نکاح کا پیغام دے جس کے دین اور اخلاق سے تم مطمئن ہو تو اس سے اپنے جگر گو شے کی شادی کردو اگر تم ایسا نہ کرو گے تو زمین میں فساد برپا ہوجائے گا۔“(ترمذی، حدیث:1501)۔

ان احکامات سے اسلامی تعلیمات میں خاندان کے قیام اور استحکام کی اہمیت واضح ہوتی ہے۔کیونکہ ایک خاندان معاشرے کی بنیادی اکائی ہے۔ایک خاندان میں وہ سارے نظام موجود ہوتے ہیں جو سوسائٹی میں بڑی شکل میں ہمارے سامنے آتے ہیں مثال کے طور پہ معاشی نظام،تعلیمی نظام، سماجی نظام، داخلی و خارجی نظام۔خاندان میں محدود شکل میں نظر آنے والے یہ سارے نظام سوسائٹی میں انکی شکل وسیع پیمانے پر ہو جاتی ہے۔اور یہی وجہ ہے کہ اگر معاشرے کی اس اکائی کا نظام درست ہو گا تو اس کا اثر پورے معاشرے پر ہوگا۔

یہاں تک یہ امر تو واضح ہو گیا کہ خاندانی نظام کی اہمیت قطعی ہے مگر موجودہ حالات کے تناظر میں ایک خاندان کے قیام اور استحکام میں عورت کی ذمہ داری صرف تربیت تک محدود نہیں رہی بلکہ آج کے دور کے تقاضوں کے پیشِ نظر عورت پر معاشی اور معاشرتی ذمہ داری پہلے سے بہت بڑھ گئی ہے۔معاشی حالات اس بات کے متقاضی ہیں کہ مرد کے ساتھ ساتھ عورت بھی خاندان کی کفالت میں حصہ لے۔جس کے لئے عورت کا پڑھا لکھا ہونا بہت ضروری ہے جس کے لئے اسے گھر سے باہر جا کر معاشرے میں تعلیم بھی حاصل کرنا ہو گی اور تعلیم کے ساتھ ملازمت یا کاروبار کے ذریعے اپنے خاندان اور معاشرے کی ترقی میں بھی کردار ادا کرنا ہوگا۔گویا عورت کے کردار کا دائرہ کار گھر سے معاشرے تک پھیل گیا ہے۔ معاشی اور معاشرتی کردار جو اب تک ایک اختیاری ذمہ داری تھی، اب ناگزیر ہوگیا ہے۔

مگر یہاں یہ بات واضح رہے کہ ان امور میں اضافے سے عورت اپنی بنیادی ذمہ داریوں سے آزاد نہیں ہو گئی بلکہ پہلے سے زیادہ پابند اور ذمہ دار ہو گئی ہے۔

تیزی سے بدلتے ہوئے حالات اور بڑھتی ذمہ داریوں نے جہاں عورت کے کردار کو بدل دیا ہے وہی عورت بہت سارے مسائل سے بھی دو چار ہو رہی ہے۔اگرچہ موجودہ حالات تبدیلی کے متقاضی ہیں مگر معاشرہ ہو یا خاندان عورت کو آج بھی انہی پرانی روایات پر پرکھا جاتا ہے جو اس دور سے پہلے رائج تھیں۔آج جب عورت تعلیم حاصل کرنے اور روزگار کے حصول کے لئے جدوجہد کرتی ہے تو خاندان اور معاشرہ اس کو وہ آسانی اور سہولت نہیں دیتا جو اس کا حق ہے اور ساتھ ہی اس سے یہ تقاضا بھی کرتا ہے کہ وہ اولاد کی تربیت اور خاندان کی ذمہ داری آج کے دور کے تقاضوں کے مطابق کرے۔اس اخلاقی تضاد کی وجہ سے معاشرے میں ایک خلا پیدا ہو رہا ہے جو نہ صرف انفرادی سطح پر مرد وعورت کے تعلق کو متاثر کر رہا ہے بلکہ اس سے ہمارا خاندانی نظام بھی عدم استحکام کا شکار ہو رہا ہے۔

ان سارے حالات میں عورت کی طرف سے ایک شدید ردعمل سامنے آ رہا ہے جو دو شدت پسند طبقہ ہائے فکر کو جنم دے رہا ہے۔ایک طبقہ عورت مارچ کی شکل میں ایک بالکل آزاد عورت کے تصور کا پرچار کرتا ہوا دکھائی دیتا ہے اور دوسرا طبقہ عورت کو یکسر چار دیواری تک محدود کرنے کا قائل ہو رہا ہے۔ان سب مسائل کی وجہ یہ ہے کہ عورت عدم تحفظ کا شکار ہو رہی ہے اور اس سے ہماری آنے والی نسلیں براہ راست متاثر ہو رہی ہیں۔لہذا اس کے نتیجے میں ہمارا خاندانی اور معاشرتی نظام شدید بگاڑ سے دو چار ہو سکتا ہے۔جس کی واضح مثال مغربی معاشرہ ہے جہاں خاندانی نظام زوال پذیر ہو چکا ہے۔''چائلڈ کرائسسز'' اور''اولڈ ہومز'' کی بڑھتی ہوئی تعداد اس کا عملی ثبوت ہے۔

ان سب حقائق کو مدنظر رکھتے ہوئے یہ سوال جنم لیتا ہے کہ ان مسائل کا تدارک کیسے ممکن ہے؟اس سے پہلے یہ بات غور طلب ہے کہ مغربی معاشرے میں اس بگاڑ کی وجوہات کیا تھیں؟ مغربی معاشرے نے عورت کو حقوق کے نام پر تحفظ دینے کی آڑ میں اسے اس کی ذمہ داریوں سے یکسر مستثنی قرار دے دیا۔اور عورت نے ذمہ داریوں سے آزادی کو حقوق نسواں کا نام دے دیا۔گویا اس سارے عمل میں خرابی عورت کے کردار کو نہ سمجھنے سے پیدا ہوئی۔

> اسلامی معاشرے میں خاندان کی ابتدا مرد اور عورت کے رشتہ ازدواج میں منسلک ہونے سے ہوتی ہے جو دراصل خاندان کے قیام کا پہلا تقاضا ہے اسی لئے اسلامی تہذیب اور تعلیمات میں نکاح کو خاص اہمیت حاصل ہے۔اس سلسلے میں نبی مکرم ﷺ نےسادگی کے ساتھ نکاح کی تاکید فرماتے ہوئے نکاح کے لئے یہ معیار دیا کہ ''عورت سے چار چیزوں کی بنیاد پر شادی کی جاتی ہے۔اس کا مال، حسب ، نسب ، خوبصورتی اور دینداری۔تمہیں چاہئے کہ تم دیندار عورت کو حاصل کرو''۔(بخاری ،حدیث :0535)

لہذا آج حالات یہ تقاضا کرتے ہیں کہ عورت کے کردار کو سمجھا جائے، اسے وہ سارے وسائل اور مواقع بھی فراہم کیے جائیں جو اسے عصر حاضر کے تقاضوں سے ہم آہنگ رکھیں اور اسے اخلاقی اور عملی تعاون بھی فراہم کیا جائے تاکہ وہ اپنے تمام امور اور ذمہ داریوں کو نبھانے کے قابل ہو سکے۔اور دوسری طرف عورت ترقی کی دوڑ میں اپنی اولین فریضہ کو قطعی نظر انداز نہ کرے۔بلکہ اس امر کو یقینی بنائے کہ اس کا خاندان اس کی توجہ کا مرکز و محور رہے۔مرد عورت کے ساتھ گھریلو امور میں تعاون کرے اور عورت اس کے ساتھ معاشی ذمہ داریوں میں حصہ ڈالنے کی کوشش کرے جس سے خاندان مستحکم ہو گا اور ایک پر اعتماد، خوشحال اور محفوظ ماحول میں بچوں کی پرورش ہو گی جس سے نہ صرف خاندان بلکہ معاشرہ اچھی اقدار کا حامل ہو سکے گا۔

معاشرتی زندگی پر سوشل میڈیا کے اثرات

سوشل میڈیا کے صارفین میں زیادہ تعداد نوجوانوں کی ہے

وقت کی قدر کا فہم اور اعتدال متوازن زندگی کیلئے ناگزیر ہیں

پروفیسر حلیمہ سعدیہ

انسانی زندگی تین اہم ادوار پر مشتمل ہوتی ہے۔ بچپن، جوانی اور بڑھاپا۔ یہ تینوں ادوار ہی منفرد اور خوبصورت اوصاف کے حامل ہوتے ہیں۔ بچپن میں انسان اپنے معاشرے سے بہت کچھ سیکھتا ہے۔ اگر اسے اچھا ماحول میسر آجائے تو وہ نیک اور پارسا ہو جاتا ہے۔ گویا انسان کے بننے اور بگڑنے کا زیادہ تر انحصار اچھے یا برے ماحول پر ہے۔ جوانی کا دور زندگی کا سنہری دور کہلاتا ہے۔ جس میں طاقت اور توانائی سے بھرپور حضرت انسان کا اپنے مقاصد کے حصول کا جذبہ عروج پر ہوتا ہے۔ بقول شیخ سعدی شیرازی

در جوانی توبہ کردن شیوہ پیغمبری
وقت پیری گرگ ظالم مہ شد پرہیزگار

جبکہ بڑھاپے میں اعضائے جسمانی مضموم ہونے لگتے ہیں اور انسان میدان عمل میں بھرپور حصہ لینے سے قاصر اور عاجز ہو جاتا ہے۔ قرآن حکیم میں فرمان باری تعالیٰ ہے:

''اور تم اپنے رب کی کون کون سے نعمت کو جھٹلاؤ گے۔''

اللہ تعالیٰ نے انسان کو اشرف المخلوقات بنایا ہے۔ اس جہان فانی میں ہمیں جتنی بھی چیزیں نظر آتی ہیں وہ تمام اس اشرف المخلوقات حضرت انسان کی خدمت کے لیے تخلیق کی گئی ہیں اور انسان کو اللہ تعالیٰ نے اپنی اطاعت و بندگی کے لیے تخلیق فرمایا ہے۔ اس ضمن میں علامہ اقبالؒ یوں نشاندہی کرتے نظر آتے ہیں۔

کھول آنکھ زمیں دیکھ فلک دیکھ فضا دیکھ
مشرق سے ابھرتے ہوئے سورج کو ذرا دیکھ
ہیں تیرے تصرف میں یہ بادل یہ گھٹائیں
یہ گنبدِ افلاک یہ خاموش فضائیں
یہ کوہ یہ صحرا یہ سمندر یہ ہوائیں
تھیں پیشِ نظر کل تو فرشتوں کی ادائیں
آئینہ ایام میں آج اپنی ادا دیکھ

لیکن قارئین کرام ترقی و عروج کی منازل سر کرتے کرتے حضرت انسان اس مقام پر پہنچ چکا ہے کہ جہاں ''آئینہ ایام میں اپنی ادا دیکھ'' کر اک جانب اپنی ترقی پر فخر سے اٹھاتا ہے تو دوسری جانب یہی سائنسی ترقی

لو شمع حقیقت کی اپنی ہی جگہ پر ہے
فانوس کی گردش سے کیا کیا نظر آتا ہے

کے مصداق نوعِ بشر کا سر شرمندگی اور پچھتاوے سے جھکا رہتا ہے۔ اک جانب تو جدید سائنسی ترقی نے حیات انسانی میں آسائش کے ایسے ایسے باب کھول دیئے ہیں کہ جن کا تصور بھی کرنا مشکل تھا۔ لیکن جدید سائنسی آلات اور طور طریقوں کو اپناتے ہوئے ہم اس جہانِ فانی میں اپنے وجود پانے کے بنیادی مقصد سے دور ہٹتے چلے جارہے ہیں اور وہ بنیادی مقصد رب تعالیٰ کا یہ فرمان ہے:

''جن وانس کو میں نے اپنی عبادت کے لیے پیدا کیا ہے۔''

فرشتے جو کہ انسانی خواہشات اور بشری تقاضوں سے مبرا ہوتے ہیں۔ اور اس بے نیازی میں ملائکہ ہمہ تن یاد الٰہی

میں مصروف رہتے ہیں۔ انسان کے ساتھ چونکہ بشری تقاضوں اور نفسانی خواہشات کی مجبوریاں ہیں جو ہر لحظہ نفسِ عمارہ کو ابھار کر اسے گمراہ کرنے پر کمربستہ رہتی ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ انسان کی عبادت ملائکہ کی عبادت سے کہیں زیادہ مجاہدے اور محنت والی ہے۔

دورِ حاضر میں سانس لینے والا انسان اس مذکورہ بالا محنت و مشکل کا سامنا کچھ زیادہ ہی کر رہا ہے۔ کیونکہ عصر حاضر میں موجود سوشل میڈیا کی یلغار نے ہر کس و ناقص کو اپنی لپیٹ میں لے رکھا ہے۔ تیز رفتار ذرائع ابلاغ نے بلاشبہ دنیا کو گلوبل ویلج میں تبدیل کر دیا ہے۔ لیکن جیسا کہ سیانے کہتے ہیں کہ اعتدال ہر شے میں ضروری ہوتا ہے۔ لہذا اعتدال سے ہٹ کر جب نوجوان نسل سوشل میڈیا کا استعمال کرتی ہے تو فائدہ کی بجائے نقصان کا سامنا کرنے لگتی ہے۔ سوشل میڈیا کو استعمال کرنے والے زیادہ تر نوجوان ہی ہیں اور کم عمری اور ناتجربہ کاری کے باعث یہ تمیز کرنا کہ تفریح کا کون سا ذریعہ ان کے لیے مفید ہے اور معلومات کی کون سی حد ان کے لیے ضروری ہے، مشکل ہو جاتا ہے۔ اور مفکر پاکستان کے بتائے ہوئے ”ستاروں پہ کمند“ ڈالتے ہوئے بھٹک کر سوشل میڈیا کے ان غیر معیاری اور مسترد شدہ ”ستاروں“ کے پیچھے بھاگنے لگتے ہیں جو ابھی خود اخلاقیات اور اقدار کی بہترین صورتوں سے دور ہیں۔

یہی وجہ ہے کہ آج کا نوجوان خدائی احکامات سے روگردانی کر کے اور اپنی خواہشات کو سامنے رکھ کر زندگی گزارنے لگتا ہے تو پھر ہر طرف فساد برپا ہونے لگتا ہے۔ جہاں اس کی اپنی زندگی میں بے سکونی اور بے چینی و اضطراب پیدا ہو جاتا ہے۔ وہاں پورا معاشرہ بھی بے اعتدالیوں اور دیگر خرابیوں کا حامل ہو جاتا ہے۔

مسلم معاشرہ کی وہ عمدہ صفات جو ایثار، قربانی، ادب و احترام، انصاف، حقوق کی منصفانہ تقسیم اور صلہ رحمی پر مشتمل ہوا کرتی تھیں اور ہمارے معاشرہ کی ثقافت اور رہن سہن کی بنیاد تھیں وہ آج سوشل میڈیا کے منفی اثرات کی نظر ہوتی جا رہی ہیں۔ یہ وہ اثرات ہیں جنھوں نے بزرگوں سے مہذب رویے اور شفقت جیسی خوبصورت صفات چھین لی ہیں اور نوجوانوں سے جذبہ تعمیر و عمل اور برداشت کے رویوں کو ختم کر دیا ہے۔ مسلم معاشرہ ہو یا کوئی اور گروہ، دین ہر جگہ کچھ اصول و ضوابط لاگو کرتا ہے اور سوشل میڈیا یعنی یوٹیوب چینل، فیس بک، ٹویٹر اور دیگر ذرائع ابلاغ پر اب ایسے افراد حاوی ہوتے جا رہے ہیں جن کو اخلاقیات، شائستگی اور ذمہ دارانہ رویوں کی کوئی آگاہی نہیں۔ اس کے برعکس ماضی میں ذرائع ابلاغ پر کڑی نظر رکھی جاتی تھی اور ہر معاشرہ اپنے مہذب اور ثقافتی رجحانات کے اعتبار سے ذرائع ابلاغ کو فروغ دیتا تھا۔

بہترین معاشرتی ترقی کے لیے یہ احتساب ضروری ہے کہ سوشل میڈیا پر کون لوگ افرادِ معاشرہ کو متاثر کر رہے ہیں۔ بطور ذمہ دار شہری ہمیں ہر وقت چوکنا رہنا ہو گا کہ سوشل میڈیا کا کوئی بھی ذریعہ ہماری بہترین معاشرتی اقدار کو اور عمدہ ثقافت کو نقصان نہ پہنچانے پائے

لیکن عصر حاضر کی تلخ حقیقت یہ ہے کہ ”ٹک ٹاک سٹار“ کے طور پر راتوں رات شہرت کی بلندیوں کو چھونے والے ایسے نوجوان خواتین و حضرات ہیں کہ جو غیر اخلاقی حرکتوں کے کرنے اور غیر معیاری معلومات و مواد کو پھیلانے میں مشغول ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ اہلِ فراست کا دل آرزدہ جگر فگار ہے اور وہ یہ دیکھنے اور برداشت کرنے پر مجبور ہیں کہ دن رات محنت کر کے علمی کامیابیاں سمیٹنے والوں کی کوئی ترویج و اشاعت نہیں کرتا اور دوسری جانب کسی شادی پر بے ہودہ ڈانس کرنے والی اور تعلیمات اسلامیہ کو فراموش کر دینے والی قوم کی بیٹیاں ہر ٹی وی چینل پر مدعو کی جا رہی ہیں۔ سوشل میڈیا کسی خطرناک ہتھیار کی مانند ہمارے معاشرے سے اخلاقِ فاضلہ کا خاتمہ کرتا دکھائی دے رہا ہے۔ اس امر سے انکار ممکن نہیں کہ سوشل میڈیا کا مثبت استعمال کیا جائے تو تمام ذرائع ابلاغ سے تیز تر ذریعہ معاشرتی و سماجی بہتری اور نکھار کا ذریعہ یہی ہے۔

لیکن سوال یہ ہے کہ جب ”بندر کے ہاتھ میں چھری“ ہو تو اس کا نفع بخش استعمال نہیں ہوتا۔ آج کل سوشل میڈیا پر شہرت

پانے والے خواتین و حضرات میں زیادہ تعداد ایسے لوگوں کی ہے کہ جن کا مقصد صرف دولت کمانا ہے۔ خواہ ہماری بہترین ثقافت واقدار کی قربانی ہی کیوں نہ دینی پڑے۔ چونکہ سوشل میڈیا کی بھرپور رسائی تقریباً ہر گھر تک ہے اور سمارٹ فون کی صورت میں بچہ بچہ اور ہر چھوٹا بڑا رنگ برنگ شخصیات سے متعارف ہوتا رہتا ہے اور ہمارے معاشرے کے بہت سے سادہ لوح افراد غیر معیاری مواد و معلومات پر اندھا یقین کر بیٹھتے ہیں اور اپنی ذات میں موجود خوبیوں سے محروم ہو جاتے ہیں۔

ہر گھر کے سربراہ کو اپنی آنکھیں کھلی رکھنی ہوں گی کہ اس کی زیرِ پرورش نسلِ نو بگڑنے نہ پائے۔ اگر حقیقت پر نظر ڈالی جائے تو سوشل میڈیا کے منفی اثرات کی لپیٹ میں صرف نوجوان ہی نہیں آرہے بلکہ ان منفی اثرات نے بچوں سے بھی ان کی معصومیت چھین لی ہے۔ ادھیڑ عمر مرد و حضرات اپنی بڑھتی عمر کو چھپانے کی ناکام کوشش کرنے میں اتنے مشغول ہو گئے ہیں کہ اس پختہ عمری کا رعب اور سیانا پن ان سے کوسوں دور چلا گیا ہے۔ پیسہ کمانے کی دوڑ نے معاشرے سے اخلاص اور ہمدردی کا جذبہ ختم کر دیا ہے

نپولین نے کیا خوبصورت مثال دے کر سمجھایا تھا کہ

"اگر ہرنوں کے غول کی قیادت شیر کر رہا ہو تو ہرن بھی جنگ کرنا یا لڑنا سیکھ جاتے ہیں۔ لیکن اگر شیروں کے گروہ کا لیڈر ہرن ہو تو شیر اپنا دفاع تک بھول کر ہرنوں کی طرح دوڑنے لگتے ہیں۔"

گویا بہترین معاشرتی ترقی کے لیے یہ احتساب ضروری ہے کہ سوشل میڈیا پر کون لوگ افرادِ معاشرہ کو متاثر کر رہے ہیں۔ بطور ذمہ دار شہری ہمیں ہر وقت چوکنا رہنا ہوگا کہ سوشل میڈیا کا کوئی بھی ذریعہ ہماری بہترین معاشرتی اقدار کو اور عمدہ ثقافت کو نقصان نہ پہنچانے پائے۔

ہر گھر کے سربراہ کو اپنی آنکھیں کھلی رکھنی ہوں گی کہ اس کی زیرِ پرورش نسلِ نو بگڑنے نہ پائے۔ اگر حقیقت پر نظر ڈالی جائے تو سوشل میڈیا کے منفی اثرات کی لپیٹ میں صرف نوجوان ہی نہیں آرہے بلکہ ان منفی اثرات نے بچوں سے بھی ان کی معصومیت چھین لی ہے۔ ادھیڑ عمر مرد و حضرات اپنی بڑھتی عمر کو چھپانے کی ناکام کوشش کرنے میں اتنے مشغول ہو گئے ہیں کہ اس پختہ عمری کا رعب اور سیانا پن ان سے کوسوں دور چلا گیا ہے۔ پیسہ کمانے کی دوڑ نے معاشرے سے اخلاص اور ہمدردی کا جذبہ ختم کر دیا ہے۔ بقول خالد شریف

دلچسپ واقعہ ہے کہ کل اک عزیز دوست
اپنے مفاد پر مجھے قربان کر گیا
وہ جو بات بات پر کہتا تھا مجھ کو جان
وہ شخص آخرش مجھے بے جان کر گیا

آج کل کے سوشل میڈیا نے تو معصوم بچوں کو توتلی زبان بولتے وہ چالاکی سکھا دی ہے کہ اب یہ کہتے ہوئے ڈر لگتا ہے کہ بچے فرشتے ہوتے ہیں۔ محض تین یا چار سال کی عمر میں معصوم بچوں کو بڑی بڑی باتیں سکھا کر محض پیسہ کمانے کے لیے یوٹیوب چینل چلائے جا رہے ہیں۔ المیہ تو یہ ہے کہ کم سن لڑکے لڑکیوں میں یہ دوڑ چل رہی ہے کہ کون زیادہ بدتمیزی کر کے راتوں رات سوشل میڈیا سٹار بن سکتا ہے۔ ہر وقت ان بیکار حرکتوں کو کرنے اور دیکھنے میں مصروف نوجوان نسل تعمیری سرگرمیوں سے دور ہوتی جا رہی ہے۔ حضرت اقبال نے کیا خوب کہا تھا:

تھے تو آباء وہ تمہارے ہی مگر تم کیا ہو
ہاتھ پر ہاتھ دھرے منتظرِ فردا ہو

ہمیں اندازہ ہی نہیں ہوتا کہ سوشل میڈیا کو زیادہ وقت دینے کے سبب ہم روزمرہ کاموں اور عبادت کو بہتر انداز میں نہیں کر رہے اور ایک عجیب غفلت ہے جس کی لپیٹ میں آرہے ہیں، آخر میں بس یہی توجہ دلانا چاہوں گی:

کبھی اے نوجواں مسلم تدبر بھی کیا تو نے
وہ کیا گردوں تھا تو جس کا ہے اک ٹوٹا ہوا تارا
تجھے اس قوم نے پالا ہے آغوشِ محبت میں
کچل ڈالا تھا جس نے پاؤں میں تاجِ سرِ دارا

فسادِ قلب اور اس کا علاج

انسانی جسم میں قلب کا مقام حاکم والا ہے

فسادِ قلب کا آغاز انقطاعِ بندگی سے ہوتا ہے

سعدیہ کریم: اسلامک سکالر

یہ کتاب ''فساد قلب اور اس کا علاج'' دور حاضر کی مادیت پرستی کے تناظر میں لکھی گئی ہے تاکہ قحط الرجال کے اس دور میں انسانی قلب کی بیماریوں کی تشخیص اور ان کے علاج میں مدد مل سکے۔

انسانی قلبی احوال خراب ہو چکے ہیں اور روحیں بیمار ہو چکی ہیں جس کی وجہ سے انسان روز بروز پستیوں کی طرف گرتا چلا جا رہا ہے۔ شیطان انسان کو خارجی طور پر بہکاتا ہے اور اس کا نفس امارہ اسے داخلی طور پر بہکانے میں لگا ہوا ہے۔ اسی انسانی پستی کے خاتمے کے لیے ڈاکٹر محمد طاہر القادری نے اس کتاب کو تحریر کیا ہے۔''فساد قلب اور اس کا علاج''۔

یہ کتاب ابتدائیہ کے بعد پانچ ابواب پر مشتمل ہے۔ باب اول میں ''فساد قلب اور اس کی مختلف صورتیں اور ان کے علاج کے قرآنی طریقے'' کی وضاحت کی گئی ہے۔ اس باب میں یہ بتایا گیا ہے کہ فساد قلب کی بنیادی وجہ انسان کا اس کے رب سے دور ہو جانا ہے۔ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ سے دوری ہی انسان کی روحانی اور جسمانی بیماریوں کی اصل وجہ ہے۔ اس بات کی وضاحت یوں کی گئی ہے کہ

''ہمارا تعلق بندگی اللہ سے اور تعلق غلامی حضور ﷺ سے صورتاً معلوم مگر معناً اور حقیقتاً معدوم ہو چکا ہے۔'' یہاں پر فساد قلب کی دو صورتوں کو بیان کیا گیا ہے۔

ا۔ اللہ تعالیٰ سے انسان تعلقِ بندگی کا کٹ جانا یا ختم ہو جانا۔

۲۔ حضور ﷺ سے تعلق غلامی کا عملاً اور واقعتاً ختم ہو جانا۔

پھر اس فساد کے حل کے لیے قرآنی طریق کار کو بیان کیا گیا ہے اور سورہ فاتحہ کی روشنی میں یوں بیان ہوا ہے کہ

اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ۔

''ہمیں سیدھا راستہ دکھا۔''

پھر صراط مستقیم کی حقیقت بھی قرآن کے الفاظ میں ذکر کی گئی کہ

صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ۔

''ان لوگوں کا راستہ جن پر تو نے انعام فرمایا۔''

ان آیات قرآنی سے استدلال کرتے ہوئے یہ فساد قلب کی بنیادوں کو ختم کرنے کے لیے طریقہ علاج اور دوا کی نشاندہی کی گئی ہے اور ساتھ ساتھ یہ وضاحت بھی کی گئی ہے کہ ہر قسم کی روحانی و جسمانی بیماری اور اس کا علاج قرآن کریم میں موجود ہے۔ لیکن قرآنی آیات کو سمجھنے کے لیے جن طرق و اسالیب کی ضرورت ہوتی ہے ان سے صرفِ نظر کیا جاتا ہے جس کی وجہ سے ان بیماریوں کی تشخیص اور ان کے علاج میں مشکل پیش آتی ہے۔ اس کے بعد ان طرق و اسالیب کو مرحلہ وار بیان کیا گیا ہے جو قرآن فہمی میں مددگار و معاون ہوتے ہیں۔ وہ طرق و اسالیب درج ذیل ہیں:

ا۔ سند قرآن کریم سے لی جائے۔

۲۔ تصدیق سنتِ نبوی ﷺ سے کی جائے۔

۳۔ تائید اولیاء اور بزرگانِ دین کے اقوال سے لی جائے۔

لیکن موجودہ دور میں ان طرق و اسالیب کو استعمال کرنے کے بجائے اپنی عقل و فراست پر انحصار کیا جانا اور کبھی صرف

قرآن سے مدد لی جاتی ہے اور احادیث مبارکہ اور اقوال بزرگان دین کو چھوڑ دیا جاتا ہے اور کبھی صرف احادیث کو ہی لیا جاتا ہے جبکہ یہ تینوں آپس میں لازم و ملزوم ہیں۔ اس کتاب میں انسانی مسائل کے حل کے لیے ان تینوں ذرائع کو استعمال کرنے اور ان کی اہمیت و افادیت کو اجاگر کیا گیا ہے تاکہ قرآنی منہاج کو سمجھنا اور اس پر عمل کرنا آسان ہو۔

انسانی شخصیت میں قلب کی اہمیت:

انسانی جسم میں قلب کو حاکم تسلیم کیا گیا ہے کیونکہ قلب پورے جسم پر اپنی مرضی مسلط کرتا ہے اور اگر قلب میں بگاڑ پیدا ہو جائے تو جیتے جاگتے اعضاء کے افعال کو تحقیق سے روک دیتا ہے۔ اسی بات کی تصدیق قرآنی آیت کے حوالے سے کی گئی ہے کہ

"اللہ نے ان کے دلوں اور کانوں پر مہر لگا دی ہے اور ان کی آنکھوں پر پردہ پڑ گیا ہے۔" (البقرہ)

اسی طرح سورہ الحج میں ارشاد ہوتا ہے کہ

"بات یہ ہے کہ آنکھیں اندھی نہیں ہوتیں بلکہ دل جو سینوں میں ہیں وہ اندھے ہو جاتے ہیں۔"

ان قرآنی حوالوں سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ جو آنکھیں بینا نظر آنے کے باوجود حق کو دیکھنے، اس کا شعور پانے اور اس کے تقاضوں کو پورا کرنے سے قاصر ہو جائیں وہ ظاہری طور پر اندھی ہو جاتی ہیں کیونکہ سینوں میں دھڑکنے والے دل اندھے ہو چکے ہوتے ہیں۔ جن کی وجہ سے آنکھیں شعور حاصل کرتی ہیں۔ اس حقیقت کو حدیث مبارکہ سے بھی سمجھا جا سکتا ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا:

"خبردار! بے شک جسم میں گوشت کا ایک لوتھڑا ہے جب وہ درست ہو جائے تو تمام جسم درست ہو جاتا ہے اور جب اس میں فساد واقع ہو جائے تو سارا جسم فساد زدہ ہو جاتا ہے اور خبردار ہو کہ وہ دل ہے۔"

قلب کی اسی اہمیت کے پیشِ نظر اس کے فساد کو درست کرنے پر زور دیا گیا ہے کیونکہ اگر انسان فساد، قلب کا شکار ہو جائے تو نفس کی تمام تر برائیاں اس کے شعور و عقل پر پردہ ڈال دیتی ہیں اور انسان کی شخصیت تباہ ہو جاتی ہے اور وہ اپنے اشرف و اعلیٰ مقام سے اسفل السافلین جیسے ذلت کے گڑھے میں گر جاتا ہے اور اس کے جراثیم باقی معاشرے تک منتقل ہو کر پوری زمین پر فساد پیدا کر دیتے ہیں۔

باب دوم: فسادِ قلب کی پہلی صورت:

اللہ تعالیٰ سے تعلق بندگی کا انقطاع اور اس کے اسباب

اس باب میں دل کی بیماریوں کی پہلی علامت کی نشاندہی اور وضاحت کی گئی ہے اور فساد قلب کی پہلی علامت یہ ہے کہ انسان کا تعلق بندگی اس کے رب سے ٹوٹ جاتا ہے۔ وہ عبادتوں سے یکسر غافل اور لاتعلق ہو جاتا ہے کیونکہ وہ ان عبادتوں کو اہمیت ہی نہیں دیتا جس کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کے ساتھ رشتہ و تعلق استوار نہیں ہو پاتا۔ اس بیماری کی دو وجوہات کا ذکر کیا گیا ہے:

۱۔ نفسانیت ۲۔ مادیت

یہ دونوں وجوہات انسان اور خدا کے تعلق کے درمیان رکاوٹ بنتی ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ کی غلامی کے لیے خواہشات نفس کو اللہ کے حکم کے تابع لانا ہوتا ہے۔ جب خواہشات نفس بے لگام ہو جائیں تو انسان اللہ تعالیٰ سے دور ہوتا چلا جاتا ہے اور نفس کا غلام بن کر رہ جاتا ہے جبکہ غلامی صرف اللہ کی ہونی چاہیے۔ دنیوی امور کی مشغولیت میں بھی اللہ تعالیٰ کی یاد اور اس کی حدود کا احترام فرض کر دیا گیا ہے کیونکہ محبتِ خدا اور احکام و حدودِ الٰہی کے تحت دنیا کے کام بھی اطاعت الٰہی اور عبادت کا درجہ حاصل کر لیتے ہیں۔

اسی لیے نفس کی تمام تر چاہتیں جن میں مال و دولت اولاد، عزت، شہرت شامل ہیں انھیں انسان کی آزمائش بنایا گیا ہے کہ انسان ان سب کو پا کر خدا کے قریب رہتا ہے یا اسے بھول جاتا ہے۔

اسی ضمن میں نکاح کی اہمیت قرآن و حدیث کی روشنی میں واضح کی گئی اور یہ بتایا گیا ہے کہ اگر نکاح کے بعد صرف اسی کے سکون میں پڑ جاؤ گے تو یہ سکون ماند پڑ جائے گا اور اس کی ذات ختم ہونے لگے گی کیونکہ ایک طرف زوجیت کی محبت ہو گی اور دوسری طرف عبدیت کی محبت۔ یہاں پر انسان کی آزمائش ہوتی ہے کہ کس محبت کو غالب کرتا ہے اور خدا کی بندگی کا تقاضا تو یہ ہے کہ اس کی محبت کی کیفیت اور نشہ دنیا کی ہر محبت پر غالب ہو۔

یہاں پر حضور نبی اکرم ﷺ کی شان عبدیت کو بطور مثال اور نمونہ کے دیکھا جا سکتا ہے کہ ایک مرتبہ آپ ﷺ اللہ تعالیٰ کی محبت کی وجہ سے استغراق کے عالم میں تھے اور اس

کیفیت میں آپ ﷺ نے اپنی چہیتی اور محبوب بیوی حضرت عائشہؓ کو پہچاننے سے بھی انکار کر دیا۔ حضرت عائشہؓ نے جب بعد میں اس کا گلہ کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ

"میری اور میرے مولا کے درمیان جو تعلق ہے اس میں کوئی گھڑی ایسی بھی آتی ہے کہ جس میں نہ کوئی مقرب فرشتہ دم مار سکتا ہے اور نہ کسی نبی یا مرسل کا گزر ہو سکتا ہے۔"

حضور نبی اکرم ﷺ کی شان عبدیت کے اس مظاہر سے یہ حقیقت واضح ہوتی ہے کہ یہ نعمت محبت جو اللہ تعالی نے اپنے نبی ﷺ کو عطا فرمائی ہے اس کا کچھ نہ کچھ حصہ ان کے امتیوں کو بھی ان کے حسب حال عطا کیا گیا ہے اور اس محبت کے اظہار اور تعلق میں کمزوری کی سب سے بڑی وجہ انسان کا قلب ہے جو نفسانیت اور مادیت کی رغبت کی وجہ سے محبت الٰہی کا حق ادا کرنے سے قاصر رہتا ہے۔ انسان کے تعلق بندگی کی کمزوری تین مراحل کے تحت عمل میں آتی ہے:

۱۔ پہلے مرحلے میں اللہ اور بندے کے تعلق کی کیفیت سطحی سی ہوتی ہے جس کی وجہ سے شرک پیدا ہوتا ہے۔

۲۔ دوسرے مرحلے میں تعلق تو رہتا ہے مگر وہ نہ ہونے کے برابر ہوتا ہے اس مرحلے پر انسان کی خواہشیں اس کی طلب بن جاتی ہیں۔ اللہ کی طلب کم اور دنیا کی طلب بڑھ جاتی ہے۔

۳۔ تیسرے مرحلے میں دنیا کی شدید طلب، حرص میں تبدیل ہو جاتی ہے۔ اس مرحلے میں تعلق بندگی مکمل طور پر ختم ہو جاتا ہے۔ صرف دنیا کا حصول ہی زندگی کا مقصد بن جاتا ہے۔

انسان کے تعلق بندگی کی کمزوری کو قول حضرت علیؓ سے بہتر طور پر سمجھا جا سکتا ہے اور اس سے بچنے کی کوشش کی جا سکتی ہے کہ مولا علی علیہ السلام نے فرمایا:

"دنیا مردار ہے اور اس کی طلب میں کھنچنے والے کتے ہیں۔"

گویا دنیا کی محبت بندے کے تعلق الٰہی میں کمزوری کا سبب ہے اور اس تعلق کی مضبوطی ہی انسان کو مقام تسخیر پر فائز کرتی ہے۔ اگر انسان کا تعلق بندگی ختم ہو جائے تو وہ طالبِ دنیا بن کر ذلیل و رسوا ہو جاتا ہے بقول شاعر

کافر کی یہ پہچان کہ آفاق میں گم ہے
مومن کی پہچان ہے کہ گم اس میں ہیں آفاق

باب سوم: فساد قلب کی پہلی صورت کا علاج:

۱۔ صحبت صلحاء ۲۔ ذکرِ الٰہی

علاج کا مقصد مریض کے جسم سے ہر بیماری کے اثرات و مضمرات اور جراثیم کا مکمل خاتمہ کر دینا ہوتا ہے تاکہ مریض صحت مند ہو کر متحرک و کامیاب زندگی گزارنے کے قابل ہو سکے۔ فساد قلب کے علاج کا مقصد بھی شخصیت کی تمام روحانی کمزوریوں، نفسانی خواہشوں کی آسائشوں اور حیوانی قوتوں کو ختم کرنا ہے تاکہ انسان میں پاکیزگی پیدا ہو جو اسے روحانی قوت و طاقت عطا کرے جس کی وجہ سے اس کا تعلق بندگی استوار ہو اور وہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کا مطیع و فرمانبردار ہو جائے۔ اس کی شقاوت سعادت میں بدل جائے، ذلت شرف میں تبدیل ہو جائے، باطن کے اندھیرے دور ہو جائیں اور قلب و روح اللہ کے تعلق کے نور سے منور ہو جائیں۔ ایسی کیفیت کی وجہ سے انسان کو مقام تسخیر حاصل ہوتا ہے اور تقدیر کا قلم اس کے ہاتھ میں دے دیا جاتا ہے اور انسان توفیق الٰہی سے سرشار ہو جاتا ہے پھر اس کی کیفیت یہ ہوتی ہے کہ

ہاتھ ہے اللہ کا، بندہ مومن کا ہاتھ
غالب و کار آفریں کار کشا کار ساز
اس کی امیدیں قلیل اس کے مقاصد جلیل
اس کی ادا دل فریب اس کی صدا دلنواز

علاج کے مقصد اور اس کے اثرات و ثمرات کے بیان کے بعد اس کے طریقے کی وضاحت کی گئی ہے اور بتایا گیا ہے تصفیہ قلب کا پہلا، آخری اور حتمی و یقینی طریقہ قرآن کریم سے حاصل کرنا چاہیے کیونکہ قرآن کریم ہی نسخہ شفا ہے۔

۱۔ قرآن مجید کے مطابق فساد قلب کے علاج کا مستند طریقہ

صحبت صالحین میں رہنا ہے، صحبت صالحین سے ہی مومنانہ اور قلندرانہ زندگی کے اصول و ضوابط اخذ کیے جا سکتے ہیں۔ انہی اصول و ضوابط کو اپنی زندگیوں میں شامل کرنا ہی اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی محبت کا اولین تقاضا ہے اور ان اصول و ضوابط کو سیکھنے کے لیے نیک اور متقی لوگوں کی صحبت میں رہنا از حد ضروری ہے۔

موجودہ دور میں مادیت پرستی کے غلبے اور صحبت نے ایک ایسے طبقے کو فروغ دیا ہے جو صحبتِ صالحین کے منکر ہیں جبکہ صحبت

کی اثر پذیری اور اہمیت وافادیت ہمیں صحابہ کرامؓ کی زندگیوں سے پتہ چلتی ہے جنھیں صحبتِ مصطفیٰ ﷺ نے آسمان کے چمکتے ہوئے ستارے بنا دیا۔ اللہ تعالیٰ کے عشق کا راستہ صحبت سے کھلتا ہے اسی صحبت کی وجہ سے انسان کے قلب پر نورانی کیفیات وارد ہوتی ہیں اور اس کے اندر نیکی کرنے کی محبت پیدا ہوتی ہے۔ نفسانیت اور مادیت کا شعور اور ان سے بچنے کے طریقے سیکھے جاتے ہیں اور جو انسان اللہ کے نیک اور متقی لوگوں کی صحبت اور دوستی کو چھوڑ دیتا ہے وہ اللہ کی بندگی کا راز نہیں پا سکتا اور دونوں جہانوں کی لذتوں اور حلاوتوں سے محروم رہتا ہے۔

صحابیت کی بنیاد۔ صحبت نبوی ﷺ ہے:

صحبتِ مصطفیٰ ﷺ کی وجہ سے ہی صحابیت وجود میں آئی اور آج بھی اگر کوئی حضور نبی اکرم ﷺ کی زیارت کا شرف پالے تو وہ درجہ صحابیت پر فائز ہو جاتا ہے اور ایسے شخص کو ایمان و اسلام کا کامل وجدان اور شعور حاصل ہو جاتا ہے۔ حضور ﷺ کی معیت، رفاقت اور محبت کا فیض جن لوگوں کو حاصل ہوا ان کی شانیں قرآن مجید کا حصہ اور زینت ہیں۔ اس حقیقت کو سورہ الفتح کی روشنی میں یوں بیان کیا گیا ہے کہ

"محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں اور جو لوگ آپ کے ساتھ ہیں وہ کافروں کے مقابلے میں سخت اور زور آور ہیں لیکن آپس میں رحم دل۔ تو بھی دیکھتا ہے کہ وہ کبھی رکوع اور کبھی سجود میں، غرض ہر طرح اللہ سے اس کے فضل اور اس کی رضا مندی کے طلبگار ہیں۔" (الفتح)

اس آیت قرآنی کو صحبت کی اہمیت وافادیت کی وضاحت کے طور پر پیش کیا گیا ہے تاکہ فساد قلب کا علاج ممکن ہو سکے۔ اسی طرح اولیاء اللہ کے حالات وواقعات سے بھی صحبت کی اہمیت واضح کی گئی ہے اور امام ابوالقاسم القشیری کے حوالے سے لکھا گیا ہے کہ وہ قرون اولیٰ کے اولیاء اور صلحاء کے بارے میں فرماتے ہیں کہ "جب ان میں سے کوئی اپنے آئینہ قلب پر زنگ محسوس کرتا، عبادت کے سرور و کیف میں کمی یا فقدان محسوس کرتا ہے یا تعلق باللہ میں کمی کے باعث کوئی روحانی پریشانی یا الجھن یا حجاب محسوس کرتا تو اپنے دوستوں کو ساتھ لے کر کسی اللہ والے کی مجلس میں جا بیٹھتا۔"

گویا بتایا یہ جا رہا ہے کہ فساد قلب کا علاج اللہ کا ذکر کرنے والوں کی صحبت سے نصیب ہوتا ہے اور صحبت وہ دولت ہے جو حضور ﷺ کے بعد نسل در نسل منتقل ہوتی چلی آ رہی ہے اور اولیاء اللہ کی صحبتوں کو نبوت کے سلسلوں سے تعبیر کیا گیا ہے اور یہی دین کی حقیقت تک پہنچنے کا واحد راستہ ہوتی ہیں۔

۲۔ ذکر الٰہی:

فسادِ قلب کے علاج کا دوسرا اور اہم طریقہ ذکر الٰہی میں مشغول ہونا ہے یہاں پر اس حقیقت کی نشاندہی کی گئی ہے کہ انسان اور خدا کا تعلق ظاہراً اور صورتاً تو موجود ہے لیکن معناً اور حقیقتاً معدوم ہو چکا ہے۔ اس تعلق کو جوڑنے کے لیے پہلا طریقہ صحبت صالحین کو اختیار کرنا اور دوسرا طریقہ ذکر الٰہی کی کثرت ہے اور حقیقت بھی یہی ہے کہ زندگی کے سارے کیف و سرور، لذتیں، حلاوتیں اور مسرتیں ذکر الٰہی میں پنہاں ہیں۔

ذکر الٰہی کی قبولیت کے ضمن میں بیان کیا گیا ہے کہ یہ بات حتمی اور یقینی ہے کہ کوئی شخص خواہ اپنے دل میں کتنا ہی زنگ اور سیاہی، ذہنی پراگندگی، روح کی تاریکی، غفلت اور ہوس جیسی آلائشیں لے کر محفل ذکر میں شریک ہو اور تسلسل کے ساتھ اہل ذکر کی صحبت کو اختیار کرے اور کثرت سے ذکر الٰہی میں مشغول ہو ممکن نہیں کہ اس کے دل کی دنیا نہ بدل جائے اور اس کے دن اور رات متغیر نہ ہو جائیں۔ ذکر الٰہی کی فضیلت کو مولانا رومیؒ کے حوالے سے بیان کیا گیا ہے کہ

"جب بندہ ایک بار اللہ کا نام لے لیتا ہے تو دوسری بار اس وقت تک اللہ کا نام نہیں لیتا جب تک پہلا قبول نہ ہو جائے بندے کا بار بار ذکر کرتے رہنا توفیق الٰہی کی دلیل ہے بندے کی زبان پر مولا کے ذکر کے جاری ہونے کا مطلب ہے کہ بندے کا ذکر اللہ کو پسند آگیا ہے۔"

اسی طرح قرآن مجید کے مختلف حوالوں سے ذکر الٰہی کی قبولیت اور اس کی اہمیت کا ذکر کیا گیا ہے مثلاً سورہ الانعام کے حوالے سے بتایا گیا ہے کہ

"بندہ جب ایک دفعہ اللہ کا نام لے تو اللہ اسے دس بار یاد کرتا ہے تو جب بندہ سو بار اللہ کا ذکر کرے گا تو جواباً ہزار بار بندے کا ذکر کیا جائے گا۔ ایسے خوش بخت انسان کے درجات کا عالم کیا ہو گا۔"

اسی سے ذکر الٰہی کی اہمیت اور مقام و مرتبہ کی معرفت حاصل ہو جاتی ہے۔ انسان کے دل کی تمام بے چینیاں اسی ذکر کے ذریعے ختم کی جاتی ہیں اور اس کے سارے گناہ مٹا دیئے جاتے ہیں۔ جب بندے اللہ کی حیاء کی وجہ سے برائیوں کو چھوڑ دیتے ہیں انھیں دو جنتوں کا وعدہ دیا گیا ہے۔ کیونکہ جب بندے کو مولا سے حیا آتی ہے تو جھوٹ، گناہ سب کچھ چھوٹ جاتا ہے جوں جوں زبان ذکر الٰہی سے پاک ہوتی جاتی ہے انسان کا تن اور من پاک ہوتا چلا جاتا ہے اور قلب کی صفائی تمام اعضاء کی صفائی کا باعث بن جاتی ہے۔

باب چہارم: فساد قلب کی دوسری صورت:

حضور ﷺ سے تعلق غلامی کا انقطاع اور اس کے اسباب

فساد قلب کی دوسری بڑی اور اہم وجہ حضور نبی اکرم ﷺ سے امت کا تعلق غلامی کا کٹ جانا ہے اور اس تعلق کے ختم ہو جانے کی دو وجوہات ذکر کی گئی ہیں:

۱۔ دنیاداری کے پردے میں بپا ہونے والا فتنہ

۲۔ دین داری کے پردے میں بپا ہونے والا فتنہ

تعلق غلامی کیا ہوتا ہے؟

دراصل غلام وہ ہوتا ہے جو کسی کے ہاتھ بک گیا ہو یا اس نے خود کو اس طرح کسی کے سپرد کر دیا ہو کہ خود سپردگی کے بعد وہ اپنی ذات، حال، معاملات، سونے جاگنے، اٹھنے، بیٹھتے اور چلنے پھرنے میں اپنی مرضی کو کام میں نہ لا سکے اور غلامی کی حقیقت بھی یہی ہے کہ غلام کی ہر شے اس کے مالک کی ہو جائے۔ اس کے رشتے، ناطے، سوچنا، ہنسنا، رونا، جینا، مرنا، آرام و جدوجہد اور عزت و آبرو سب کچھ اس کے مالک کا ہو جائے۔

حضور نبی اکرم ﷺ سے ہمارا تعلق غلامی اسی وقت صحیح طرح قائم ہو سکتا ہے جب آپ ﷺ کی ذات سے ہماری نسبت اور رشتے کو وہ استواری اور کیفیت نصیب ہو کہ جو دیکھے اسے غلامی کا یقین ہو جائے۔

عقل پرستی کا فتنہ تو سمجھ میں آتا ہے کہ سائنسی، علمی اور فکری ترقی میں انسانی عقل کا اہم کردار رہا ہے جدید علوم و فنون کے اعتبار انسانی شعور نے بہت ترقی کی ہے اور موجودہ دور کی ترقی انسانی عقل کی مرہون منت ہے۔

دوسرا فتنہ خود ساختہ تصور رسالت پر اصرار کا ہے:

یہ ایک ایسا میٹھا زہر ہے جو مذہب اور دینداری کے نام پر انسان کی رگوں میں سرایت کر جاتا ہے اور بڑے دانشمند اور زیرک لوگوں کو بھی عرصہ دراز تک اس فتنہ کے زہریلے اثرات اور ہلاکت کا احساس تک نہیں ہوتا کیونکہ ارکان دین کے عنوانات کے پس منظر میں ہی یہ فتنہ پروان چڑھتا ہے۔

اس فتنے کی حقیقت یوں بیان کی گئی ہے کہ قرآن مجید میں حضور ﷺ کی متعدد حیثیتوں کو بیان کیا گیا ہے جن میں سے ایک حیثیت آپ ﷺ کی شان عبدیت ہے۔ اس فتنہ میں آپ ﷺ کی دیگر حیثیتوں کو چھوڑ کر صرف مثلیت اور بشریت پر سارا زور دیا جاتا ہے جس کی وجہ سے عام ذہنوں میں حضور ﷺ کا ہمارے جیسے ہونے کا گمراہ کن تصور پیدا ہوتا چلا گیا ہے اور اس طرح ذات رسالت مآب ﷺ کی عظمتیں دلوں میں ختم ہو گئیں اور آخر کار امتیوں کا آپ ﷺ کی ذات گرامی سے محبت اور غلامی کا رشتہ ختم ہو گیا۔

آپ ﷺ کی افضلیت اور محبوبیت کا انکار کرنے والوں کے لیے مختلف قرآنی آیات سے استدلال کرتے ہوئے آپ ﷺ کی شان عبدیت، شان رسالت، شان نورانیت، شان محبوبیت اور عظمت و فضیلت کو بیان کیا گیا ہے اور یہ بتایا گیا ہے کہ انکار کرنے والوں نے درج ذیل پہلوؤں سے ٹھوکر کھائی اور حقیقت شانِ مصطفی ﷺ کا ادراک نہ کر سکے۔

۱۔ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے تعلق محبت کو نہ سمجھ سکے۔

۲۔ قرآنی تعلیمات کے صرف ایک پہلو پر زور دیا اور بحیثیت مجموعی قرآن مجید کو نہ سمجھا اور اسی جزئیت پرستی نے انہیں سیدھے راستے سے بھٹکا دیا۔

۳۔ ایسے لوگوں کا تصور مقام مصطفی ﷺ ناقص رہا اور ذات مصطفی ﷺ کے ناقص تصور کی وجہ سے دین کی مکمل تصویر بھی انہیں نظر نہ آسکی۔

۴۔ اپنے ناقص تصور اور اس کے اصرار کی وجہ سے زبان و قلم کی طغیانی کے باعث مختلف درجات میں توہین رسالت کے مرتکب ہوئے۔

۵۔ توہین رسالت کے ارتکاب نے امت کے اندر ایسا فتنہ پیدا کر دیا جو بدترین فرقہ واریت اور فرقہ پرستی کی وجہ بن گیا۔

ان وجوہات کا ذکر کرنے کے بعد قرآن مجید کی مختلف آیات کی روشنی میں مقام عبدیت اور مقام عظمت و محبوبیت میں تطبیق پیدا کی گئی ہے۔

جزئیت پرستی کا فتنہ اور اس کا تدارک:

جزئیت پرستی کے فتنہ کے تدارک کے لیے حضور ﷺ سے قلبی تعلق محبت استوار کرنے کی ضرورت ہے اور اس تعلق کو قائم کرنے کے لیے لوگوں کو حضور ﷺ کے معجزات مثلاً شق قمر، شق صدر، کنکریوں کا کلمہ پڑھنا وغیرہ کو پڑھنے اور سننے اور ان پر غور کرنے کا مشورہ دیا گیا ہے تاکہ حضور ﷺ کی محبت قلب اور باطن میں رچ بس جائے اور زبانوں پر ہر وقت ذکر مصطفی ﷺ سنت خدا کی صورت میں جاری ہو جائے۔

ایمان کی حلاوت اور چاشنی عشق رسول ﷺ سے مشروط کی گئی ہے اور اس کے حصول کا آسان طریقہ یہ ذکر کیا گیا ہے کہ اگر انسان حضور ﷺ کی محبت سے اپنے ایمان کو تقویت دینا چاہتا ہے تو اسے چاہیے کہ پورے گھنٹے میں صرف ایک منٹ حضور ﷺ کی شان بشریت کو سمجھے اور بیان کرے اور باقی 95 منٹ حضور ﷺ کی باقی شانوں اور فضیلتوں کو بیان کرے تاکہ جو لوگ بشریت اور مثلیت کے دائرہ میں قید ہو کر محبت مصطفی ﷺ سے دور ہو چکے ہیں ان کو بھی حضور ﷺ کے عام انسانوں سے بلند و بالا ہونے کا احساس ہو جائے ان کے دل بھی حلاوت ایمان سے لبریز ہو جائیں اور انھیں وہ کمال محبت ملے جو ایمان کی منزل اور جاں ہے کیونکہ محبت کے بغیر عمل سے پیدا ہونے والا تقویٰ بے ذائقہ پھل کی طرح ہے۔

باب پنجم: فساد قلب کی دوسری صورت کا علاج:

۱۔ طریق زہد ۲۔ طریق عشق

فساد قلب کی دوسری صورت حضور ﷺ سے تعلق غلامی کا ختم ہو جاتا ہے۔ اس صورت کا علاج سوائے طریق عشق کے اور کسی طرح بھی ممکن نہیں ہے۔ یہاں پر دو طریقے بیان کیے گئے ہیں جو درج ذیل ہیں:

۱۔ طریق زہد عبادت گزاروں اور زاہدوں کا راستہ ہے۔ یہ اہل تقویٰ اور اہل مجاہدہ کا راستہ ہے یہ راستہ بڑا مقدس اور بلند ہونے کے ساتھ ساتھ بڑا طویل اور کٹھن ہے جبکہ طریق عشق زیادہ موثر، نتیجہ خیز اور جلدی سے منزل پر پہنچانے والا ہے۔

طریق زہد اور طریق عشق کا فرق:

قرآن مجید میں طریق زہد اور طریق عشق کو راہ انابت اور راہ اجابت کہا گیا ہے۔ یعنی اللہ تعالیٰ کچھ لوگوں کو منتخب کر لیتا ہے اور اپنی بارگاہ تک رسائی عطا فرما دیتا ہے اور کچھ لوگ جو خود اللہ تعالیٰ کی طرف جانا چاہتے ہی انھیں راستہ دکھا دیا جاتا ہے۔ ان دونوں میں فرق یہ ہے کہ کچھ کو خود چنا جاتا ہے اور منزل تک پہنچایا جاتا ہے جبکہ دوسرے کو راستہ دکھایا جاتا ہے کہ جو ہماری طرف آنا چاہتا ہے وہ اس راستے کو اختیار کرتے ہوئے آجائے۔

صحابہ کرامؓ طریق زہد پر بھی قائم تھے لیکن انھوں نے کمال طریق عشق سے ہی حاصل کیا۔ جب تعلق محبت ٹوٹ جائے تو عشق کے بغیر صرف رکوع اور سجود سے نہیں جڑ سکتا محبوب کے سوا ہر چیز کو دل سے نکالنا پڑتا ہے۔ طریق عشق کو سمجھنے اور اس کا شعور حاصل کرنے کے لیے صحابہ کرامؓ کا طرز عمل جاننے کی ضرورت پر زور دیا گیا ہے۔ حضرت ابو بکر صدیقؓ، عمر فاروقؓ، حضرت عثمانؓ، حضرت علیؓ اور حضرت بلالؓ کا حضور ﷺ سے تعلق اور طریق عشق بیان کیا گیا اور یہ پیغام دیا گیا کہ

عشق اوّل عشق آخر عشق کل
عشق شاخ، عشق نخل و عشق گل

صحابہ کرامؓ کی حضور ﷺ سے نسبت عشق کی بنیاد پر قائم تھی ان کے بعد اولیاء کرام اور فقہا بھی اسی طریق پر قائم ہوئے اور تصفیہ قلب کی منازل طے کرتے رہے۔

حاصل کلام:

اگر ہم چاہتے ہیں کہ حضور ﷺ سے ہمارا تعلق غلامی بحال ہو جائے تو طریق زہد کے ساتھ ساتھ طریقِ عشق پر چلنا ناگزیر ہے۔ طریق عشق کو بحال کرنا اور تعلق غلامی استوار کرنا ہی قرآن کا منہاج ہے اور اس کی عملی صورت درود و سلام کی کثرت اور حضور ﷺ کے معجزات و کمالات کا تذکرہ عام کرنا ہے تاکہ روحانی کیفیات پیدا ہوں اور مردہ دلوں کو زندگی ملے اور دل کی تمام تر بیماریاں دور ہو جائیں۔

فقہی مسائل

5 وجوہات کی بنا پر خاندانی منصوبہ بندی جائز ہے

اگر کوئی یقین کی حد تک محسوس کرے کہ میرے وسائل زیادہ اولاد کی کفالت کیلئے کافی نہیں تو منصوبہ بندی جائز ہے

حافظہ سحر عنبرین

سوال: کیا ایصالِ ثواب کیلئے پانی کا فلٹریشن کولر لگا کر مرحوم کے نام کی تختی لگانا جائز ہے؟

جواب: پانی پلانا صدقہ ہے، اور اس صدقہ کا ثواب اپنے مرحومین کو ایصال کرنا جائز اور ان کے لیے باعثِ راحت ہے۔ اس لیے کنویں، نل، ٹینکی یا واٹر کولر کی شکل میں مسافروں، ناداروں اور غرباء کے لئے پانی کا انتظام کرنا یا صاف پانی کی فراہمی کیلئے فلٹریشن کولر لگانا سب امورِ خیر ہیں، جن کا ثواب اپنے زندہ اور فوت شدہ اعزاء و اقرباء کو ایصال کیا جاسکتا ہے۔ حضرت سعد بن عبادہؓ روایت کرتے ہیں کہ اُن کی والدہ فوت ہو گئیں تو انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا:

يَا رَسُوْلَ اللهِ! إِنَّ أُمِّي مَاتَتْ، أَفَأَتَصَدَّقُ عَنْهَا؟ قَالَ: نَعَمْ، قَالَ: فَأَيُّ الصَّدَقَةِ أَفْضَلُ؟ قَالَ: سَقْيُ الْمَاءِ. فَتِلْكَ سِقَايَةُ سَعْدٍ أَوْ آلِ سَعْدٍ بِالْمَدِيْنَةِ.

(أخرجه النسائي في السنن، کتاب الوصایا، باب ذکر اختلاف علی سفیان، 6: 254-255، الرقم: 3662-3666)

یارسول اللہ! میری والدہ فوت ہوگئی ہے، کیا میں ان کی طرف سے صدقہ کر سکتا ہوں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ہاں! انہوں نے عرض کیا: تو کونسا صدقہ بہتر رہے گا؟ آپ ﷺ نے فرمایا: پانی پلانا۔ (تو انہوں نے ایک کنواں خرید کر مسلمانوں کے لئے وقف کر دیا۔) پس یہ کنواں مدینہ منورہ میں سعد یا آلِ سعد کی پانی کی سبیل (کے نام سے مشہور) تھا۔

پانی پلانا بظاہر ایک معمولی عمل ہے مگر اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں یہ عمل بہت زیادہ اجر و ثواب کا حامل ہے اور مغفرت و بخشش کا ذریعہ ہے۔ حضرت سعید ابن مسیبؒ، ام المؤمنین سیدہ عائشہ صدیقہؓ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

مَنْ سَقَى مُسْلِمًا شَرْبَةً مِنْ مَاءٍ حَيْثُ يُوجَدُ الْمَاءُ فَكَأَنَّمَا أَعْتَقَ رَقَبَةً وَمَنْ سَقَى مُسْلِمًا شَرْبَةً مِنْ مَاءٍ حَيْثُ لَا يُوجَدُ الْمَاءُ فَكَأَنَّمَا أَحْيَاهَا.

(ابن ماجه، السنن، کتاب الرهون، باب المسلمون شرکاء في ثلاث، رقم الحدیث: 2474)

جس نے کسی مسلمان کو ایسی جگہ پانی کا گھونٹ پلایا جہاں پانی کی کثرت تھی تو اُس نے ایک غلام آزاد (کرنے جتنا ثواب حاصل) کیا، اور جس نے مسلمان کو ایسی جگہ پانی کا گھونٹ پلایا جہاں پانی کی قلت تھی تو اس نے اسے زندہ (کرنے جتنا ثواب حاصل) کیا۔

اس سے واضح ہوا کہ پانی پلانا ان اعمال میں سے ہے جنہیں اسلام نے انسان کے لئے سعادت و نجات اور بخشش و معافی کا ذریعہ بتایا ہے۔ پانی پلانا ایک طرف انسانی خدمت ہے تو دوسری طرف اجر و ثواب اور خوشنودیٔ الٰہی حاصل کرنے کا بہت بڑا ذریعہ بھی ہے۔ اس لیے اگر سائل اپنے مرحومین کے ایصالِ ثواب کیلئے واٹر فلٹریشن کولر کا اہتمام کرتا ہے تو یقیناً یہ مرحومین کیلئے راحت کا باعث بنے گا اور انہیں فائدہ دے گا۔ جہاں تک واٹر کولر پر تختی

لگانے کا سوال ہے تو تختی کسی دکھاوے، نمود و نمائش، سیاسی و سماجی فائدے یا ریاکاری کی نیت سے نہ لگائی جائے، بلکہ اس نیت سے لگائی جائے کہ یہاں سے پانی پینے والے لوگ اپنی تشنگی بجھا کر اور پیاس کو مٹا کر اس خدمت کرنے والے کیلئے دعائیں، اور مرحومین کیلئے بخشش و مغفرت کی التجائیں کرتے ہوئے جائیں۔ اس نیت کیساتھ تختی لگانے میں بھی حرج نہیں ہے۔ لیکن اگر تختی لگانے کا مقصد دکھاوا ہے تو اسے نہ لگانا ہی بہتر ہے کیونکہ ریاکاری اعمال کے اجر کو ضائع کر دیتی ہے۔

سوال: کیا بچوں کی پیدائش میں وقفہ جائز ہے؟

جواب: خاندانی منصوبہ بندی (Planing Family) یا اولاد کی پیدائش میں وقفہ اگر درج ذیل پانچ اَسباب کے سبب ہو تو جائز ہے:

- پہلا سبب: میڈیکل رپورٹ سے یہ بات ظاہر ہو کہ کثرتِ تولد کی وجہ سے عورت کی جان کو خطرہ ہے۔
- دوسرا سبب: میڈیکل رپورٹ سے یہ بات ظاہر ہو کہ پیدا ہونے والے بچے کی جان جانے کو خطرہ ہے۔
- تیسرا سبب: میڈیکل رپورٹ سے یہ بات ظاہر ہو کہ کثرتِ تولد کی وجہ سے عورت کی صحت کو ایسا خطرہ لاحق ہو سکتا ہے کہ اُس کی صحت گر جائے گی، بیمار رہنے لگے گی اور شفا یابی مشکل ہو جائے گی۔
- چوتھا سبب: میڈیکل رپورٹ سے یہ بات ظاہر ہو کہ پیدا ہونے والا بچہ صحت مند اور توانا نہیں ہو گا اور مستقل بیمار رہے گا۔
- پانچواں سبب: بندہ یقین کی حد تک محسوس کرے کہ میرے وسائل اِس قدر نہیں کہ زیادہ اولاد کی صورت میں بچوں کی کفالت حلال ذرائع سے کر سکوں، چنانچہ حرام ذرائع اِختیار کرنا پڑیں گے۔

اِن پانچ صورتوں میں خاندانی منصوبہ بندی جائز ہے، تاکہ ماں اور بچے کی زندگی اور صحت محفوظ رہے اور والد کا اپنا دین بھی محفوظ رہے اگر اُس کے معاشی حالات ابتر ہوں، (رزق کی بنیاد پر نہیں کہ رزق دینے والا اللہ تعالیٰ ہے) لیکن اگر حالات ایسے ہوں کہ وہ یقین کی حد تک محسوس کرے کہ اولاد کی کثرت اور ذمہ داریوں کا بوجھ اِتنا زیادہ ہو جانے کی وجہ سے جائز اور حلال وسائل کافی نہ ہوں گے اور اُسے اپنے بچوں کی کفالت اور تعلیم و تربیت کے لئے رشوت، غبن، چوری اور بددیانتی کرنا پڑے گی اور اُس کی بڑھتی ہوئی ضروریات کو پورا کرنے کے لئے حرام رزق گھر میں آنے لگے گا تو ایسی صورت میں اوّلیت دین و ایمان کو حاصل ہے، اُسے کثرتِ اولاد سے بچنا چاہیئے۔ ائمہ کرام اور بہت سے علماء کے فتاویٰ ہیں کہ اگر یہ خدشہ ہو کہ کثرتِ اولاد سے وہ بچوں کو رزقِ حلال نہیں کھلا سکے گا تو اس صورت میں خاندانی منصوبہ بندی جائز ہے۔

> شریعت نے یتیم کے ولی کیلئے لازم کیا ہے کہ مالِ یتیم اُس وقت تک یتیم کے سپرد نہ کیا جائے جب تک ولی یتیم میں عقل و رشد اور سمجھداری و ہوشیاری نہ دیکھ لے، کہ مبادا یتیم بچہ ناسمجھی میں اپنا مال ضائع کر بیٹھے یا حرام کاموں پر خرچ کرے اور کل کو فقر و فاقہ کی نوبت آ جائے اور دوسروں سے مانگتا پھرے۔ اس لیے یتیم جب تک حُسنِ تصرف کے قابل نہ ہو مال اس کے سپرد نہ کیا جائے

خاندانی منصوبہ بندی کی باقی صورتیں، مثلاً یہ خیال کہ اولاد کم ہو، زیادہ اولاد اچھی نہیں ہے، عیاشی کے خیال سے، اِنقطاعِ نسل کے خیال سے، یا نسل کشی کے لحاظ سے خاندانی منصوبہ بندی ناجائز ہے۔

سوال: کیا بیوی کو حق مہر میں دیا جانے والا زیور شوہر یا سسرال والے واپس لے سکتے ہیں؟

جواب: اگر زیور بطور حق مہر بیوی کو دیا جائے تو وہ بیوی کی ملکیت ہوتا ہے، اور بیوی کی مرضی کے خلاف یا رضامندی کے بغیر اُس کا شوہر یا سسرال واپس لے سکتے ہیں اور نہ بیچ سکتے ہیں۔

اگر بیوی اپنی مرضی سے شوہر یا سسرال کو دینا چاہے تو حرج نہیں ہے۔ قرآنِ مجید میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَ اٰتُوا النِّسَآءَ صَدُقٰتِهِنَّ نِحْلَةً ؕ فَاِنْ طِبْنَ لَكُمْ عَنْ شَیْءٍ مِّنْهُ نَفْسًا فَكُلُوْهُ هَنِیْٓـًٔا مَّرِیْٓـًٔا۔ (النِّسَآء، 4: 4)

اور عورتوں کو ان کے مہر خوش دلی سے ادا کیا کرو، پھر اگر وہ اس (مہر) میں سے کچھ تمہارے لئے اپنی خوشی سے چھوڑ دیں تو تب اسے (اپنے لئے) ساز گار اور خوشگوار سمجھ کر کھاؤ۔

اس لیے جو حق مہر طے ہو جائے شوہر پر لازم ہوتا ہے کہ وہ طے شدہ حق مہر بیوی کو ادا کرے کیونکہ وہ مال شوہر پر قرض ہوتا ہے، جب تک شوہر ادا نہ کرے اُس پر واجب الادا رہتا ہے۔ اگر شوہر نے حق مہر کی ادائیگی مؤخر کی ہے تو بیوی کے پاس فوری ادائیگی کے مطالبے کا حق ہوتا ہے، جب چاہے شوہر سے طے شدہ حق مہر مانگ سکتی ہے، یا اگر چاہے تو شوہر کو معاف بھی کر سکتی ہے۔ حق مہر بیوی کی ملکیت ہوتا ہے، بیوی کی مرضی کے بغیر شوہر یا کوئی دوسرا شخص اس سے واپس نہیں لے سکتے۔

سوال: یتیم کا مال کس عمر میں اس کے سپرد کیا جائے؟

جواب: شریعت نے یتیم کے ولی کیلئے لازم کیا ہے کہ مالِ یتیم اُس وقت تک یتیم کے سپرد نہ کیا جائے جب تک ولی یتیم میں عقل و رشد اور سمجھداری و ہوشیاری نہ دیکھ لے، کہ مبادا یتیم بچہ ناسمجھی میں اپنا مال ضائع کر بیٹھے یا حرام کاموں پر خرچ کرے اور کل کو فقر و فاقہ کی نوبت آجائے اور دوسروں سے مانگتا پھرے۔ اس لیے یتیم جب تک حُسن تصرف کے قابل نہ ہو مال اس کے سپرد نہ کیا جائے۔ قرآنِ مجید میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَابْتَلُواْ الْيَتَامَى حَتَّىَ إِذَا بَلَغُواْ النِّكَاحَ فَإِنْ آنَسْتُم مِّنْهُمْ رُشْدًا فَادْفَعُواْ إِلَيْهِمْ أَمْوَالَهُمْ وَلاَ تَأْكُلُوهَا إِسْرَافًا وَبِدَارًا أَن يَكْبَرُواْ وَمَن كَانَ غَنِيًّا فَلْيَسْتَعْفِفْ وَمَن كَانَ فَقِيرًا فَلْيَأْكُلْ بِالْمَعْرُوفِ فَإِذَا دَفَعْتُمْ إِلَيْهِمْ أَمْوَالَهُمْ فَأَشْهِدُواْ عَلَيْهِمْ وَكَفَى بِاللّهِ حَسِيبًا. (النِّسَآء، 4 : 6)

اور یتیموں کی (تربیتہً) جانچ اور آزمائش کرتے رہو یہاں تک کہ نکاح (کی عمر) کو پہنچ جائیں پھر اگر تم ان میں ہوشیاری (اور حُسنِ تدبیر) دیکھ لو تو ان کے مال ان کے حوالے کر دو، اور ان کے مال فضول خرچی اور جلد بازی میں (اس اندیشے سے) نہ کھا ڈالو کہ وہ بڑے ہو (کر واپس لے) جائیں گے، اور جو کوئی خوشحال ہو وہ (مالِ یتیم سے) بالکل بچا رہے اور جو (خود) نادار ہو اسے (صرف) مناسب حد تک کھانا چاہئے، اور جب تم ان کے مال ان کے سپرد کرنے لگو تو ان پر گواہ بنا لیا کرو، اور حساب لینے والا اللہ ہی کافی ہے۔

پانی پلانا صدقہ ہے، اور اس صدقہ کا ثواب اپنے مرحومین کو ایصال کرنا جائز اور ان کے لیے باعثِ راحت ہے۔ اس لیے کنویں، نل، ٹینکی یا واٹر کولر کی شکل میں مسافروں، ناداروں اور غرباء کے لئے پانی کا انتظام کرنا یا صاف پانی کی فراہمی کیلئے فلٹریشن کولر لگانا سب امورِ خیر ہیں، جن کا ثواب اپنے زندہ اور فوت شدہ اعزاء واقرباء کو ایصال کیا جا سکتا ہے

سائل اپنے بھتیجے کو اعتماد میں لیکر اسے سمجھائیں کہ وہ اپنا پیسہ فضول خرچی میں ضائع نہ کرے بلکہ سمجھداری کا مظاہرہ کرتے ہوئے مستقبل کی ضروریات کا خیال رکھے۔ اگر وہ بچہ سمجھدار ہے تو اس کا مال اس کے حوالے کر دیا جائے۔ پاکستان کے قوانین کے مطابق لڑکوں کی بلوغت کی عمر 18 سال تسلیم کی جاتی ہے، عموماً 18 سال کے بچے سمجھدار و ہوشیار ہو جاتے ہیں اور اپنا بھلا برا سمجھنے لگ جاتے ہیں۔ اس لیے سائل بچے کے 18 سال کی عمر کے ہونے پر اس کا مال اس کے حوالے کر دیں اور سرپرست کے طور پر خیال رکھیں کہ بچہ حسنِ تصرف سے کام لے اور اپنا مال ضائع نہ کر دے۔ اگر بچہ سمجھدار ہے تو 18 سال سے پہلے بھی مال اس کے حوالے کیا جا سکتا ہے۔

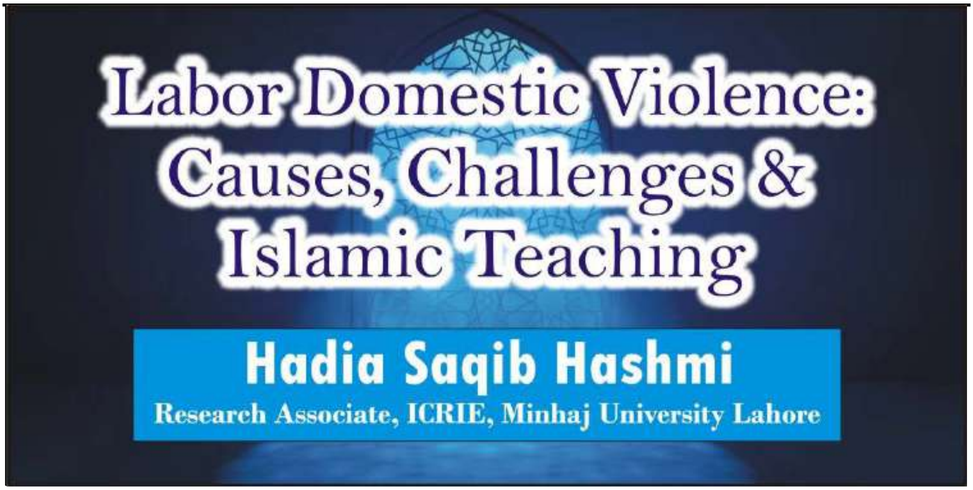

Understanding of Labor Domestic Violence

Labor domestic violence refers to any form of violence or abuse that occurs in the context of paid or unpaid work in the home, such as housework, childcare, or caregiving. This can include physical, psychological, or economic abuse by an employer, supervisor, or family member.

Examples of labor domestic violence can include verbal abuse, withholding wages or benefits, overworking, forcing employees to work in dangerous conditions, sexual harassment, and physical abuse. Labor domestic violence is a form of gender-based violence that disproportionately affects women, particularly those in low-wage or informal work. It can also affect migrant workers and domestic workers who may face additional barriers to reporting abuse and accessing support and resources. International organizations, such as the International Labour Organization (ILO), have recognized labor domestic violence as a form of gender-based violence and have called for measures to prevent and respond to it. This includes providing education and training to employers and workers, establishing laws and policies that protect workers from abuse, and providing support and resources to victims of labor domestic violence. In addition, advocacy groups and non-governmental organizations (NGOs) have been working to raise awareness about labor domestic violence and provide support and resources to victims. These

efforts aim to create safe and healthy work environments and promote gender equality in the workplace.

International Workers' Day (May 1st) is dedicated to the celebration of workers' rights and achievements, and highlights the ongoing struggle for fair and safe working conditions. Labor domestic violence is a serious issue that affects millions of workers around the world, particularly women who work in low-paid and precarious jobs. It is a form of gender-based violence that can have devastating consequences for victims, including physical and emotional harm, financial insecurity, and loss of employment opportunities. One of the challenges of addressing labor domestic violence is that it often occurs in private spaces, such as the home, and is hidden from public view. This can make it difficult for victims to speak out and seek help, especially if they fear retaliation from their employer or family member. To address this issue, many countries have introduced laws and policies that protect workers from abuse and provide support and resources to victims of labor domestic violence. For example, some countries have established hotlines or support services for domestic workers, while others have introduced measures to prevent and respond to workplace harassment and abuse.

Causes of Labor domestic violence

The causes of labor domestic violence are complex and can be influenced by a range of factors. Some of the common causes of labor domestic violence include:

1. Gender inequality: Labor domestic violence is often rooted in gender inequality, which can lead to discrimination and abuse towards women in the workplace. Women are often paid less than men for the same work and may face additional barriers to advancement, which can create a power imbalance that can be exploited by employers or supervisors.
2. Precarious work: Workers in low-paid and precarious jobs, such as domestic workers, are often more vulnerable to abuse and exploitation. These workers may lack job security and legal protections, which can make it difficult for them to report abuse or seek help.
3. Cultural and social norms: Cultural and social norms can also play a role in labor domestic violence. In some cultures, it is considered

acceptable to use physical or emotional abuse to discipline or control workers. These attitudes can be perpetuated by employers or family members and can contribute to a culture of violence in the workplace.

4. Lack of awareness and education: Many workers may not be aware of their legal rights or may lack the education and resources to seek help if they experience abuse. Employers may also be unaware of their responsibilities and legal obligations to provide a safe and healthy work environment for their employees.
5. Power dynamics: Power dynamics between employers and workers can also contribute to labor domestic violence. Employers may use their power to control and exploit workers, while workers may fear retaliation or loss of employment if they speak out against abuse.

Challenges in stopping Labor Domestic Violence

Stopping labor domestic violence can be challenging due to a range of factors. Some of the key challenges include:

1. Lack of legal protections: Many workers, particularly those in informal or low-paid jobs, may lack legal protections and support to address labor domestic violence. This can make it difficult for victims to seek justice or hold perpetrators accountable for their actions.
2. Fear of retaliation: Workers who report abuse may fear retaliation from their employers or supervisors, such as loss of employment, further abuse, or deportation (if they are migrants). This can make it difficult for victims to speak out and seek help.
3. Stigma and shame: Labor domestic violence is often stigmatized and may be seen as a private matter that should be kept within the family or workplace. This can make it difficult for victims to seek help or support, as they may fear being ostracized or blamed for the abuse.
4. Limited resources: Many organizations and support services that work with victims of labor domestic violence may have limited resources, such as funding and staff, which can make it difficult to provide adequate support and assistance to victims.
5. Lack of awareness: Labor domestic violence may be a hidden or underreported issue, which can make it difficult to raise awareness and build momentum for change. Many workers may not be aware of their

legal rights or may lack the education and resources to seek help if they experience abuse.

Islamic teaching and Labor domestic violence

In Islam, domestic violence is considered a violation of the sanctity and dignity of the family unit. It is a sin that harms both the perpetrator and the victim, and goes against the principles of mercy, compassion, and justice that are central to Islamic teachings.

Islam recognizes the important roles that men and women play in family life and emphasizes the importance of treating each other with kindness, respect, and love. In Islamic teachings, marriage is viewed as a sacred bond between a man and a woman that should be based on mutual love, respect, and understanding.

In Islam, all forms of violence, including labor domestic violence, are considered forbidden and are strongly condemned. Islam places a great emphasis on the rights and dignity of workers, particularly those who work in low-paid or precarious jobs.

The Holy Prophet Muhammad (peace be upon Him) taught that workers have a right to be treated fairly and with respect, and that employers have a responsibility to provide a safe and healthy work environment. Islam teaches that workers should be compensated fairly for their labor, and that they should be treated with kindness and compassion.

Furthermore, Islam encourages resolving disputes and conflicts through peaceful means and discourages the use of violence or aggression. The Quran says, "O you who have believed, be persistently standing firm for Allah, witnesses in justice, and do not let the hatred of a people prevent you from being just. Be just; that is nearer to righteousness" (Quran 5:8). There are several hadiths that highlight the importance of treating workers with respect and dignity, and condemn any form of violence or exploitation towards them. Abu Hurairah (may Allah be pleased with him) reported: The Messenger of Allah (peace be upon him) said, "Pay the worker his wages before his sweat dries." (Sunan Ibn Majah) Abdullah ibn Umar (may Allah be pleased with him) reported: The Messenger of Allah (peace be upon him) said, "A Muslim is a brother of another Muslim, so he should not oppress him, nor should he hand him over to an oppressor.

Whoever fulfilled the needs of his brother, Allah will fulfill his needs; whoever brought his (Muslim) brother out of a discomfort, Allah will bring him out of the discomforts of the Day of Resurrection." (Sahih Bukhari)

In the case of labor domestic violence, Islam teaches that it is unacceptable and goes against the principles of justice and compassion. Workers who experience abuse or harassment have the right to seek justice and protection under Islamic law, and employers who perpetrate abuse should be held accountable for their actions.

Overall, Islam promotes a culture of respect, dignity, and fairness in the workplace, and condemns all forms of violence and exploitation, including labor domestic violence. Muslims are encouraged to work towards creating safe and healthy work environments and to promote justice and compassion towards workers, particularly those who are most vulnerable to abuse and exploitation.

References

Aisyah, S. (2012). Rereading Patriarchal Interpretations on the Qur'an from Hadith Perspective in the Eve of Law No. 23/2004 on the Elimination of Domestic Violence. Journal of Indonesian Islam, 6(1), 48-75.

Aizer, A. (2010). The gender wage gap and domestic violence. American Economic Review, 100(4), 1847-1859.

Al-Hibri, A. Y. (2003). An Islamic perspective on domestic violence. Fordham Int'l LJ, 27, 195.

Cholil, M., & Sudirman, S. (2019). GENDER EQUALITY IN ISLAMIC FAMILY LAW: Breaking the Chain of Domestic Violence to Achieve Harmonious Family. Kafaah: Journal of Gender Studies, 9(2), 131-146.

Hadi, A. (2017). Patriarchy and gender-based violence in Pakistan. European Journal of Social Science Education and Research, 4(4), 289-296.

Karmaliani, R., Irfan, F., Bann, C. M., Mcclure, E. M., Moss, N., Pasha, O., & Goldenberg, R. L. (2008). Domestic violence prior to and during pregnancy among Pakistani women. Acta obstetricia et gynecologica Scandinavica, 87(11), 1194-1201.

دورانِ اعتکاف محفل ذکر و نعت میں محترمہ ڈاکٹر فرح ناز کا خطاب اور محترمہ فضہ حسین قادری کی خصوصی شرکت

ایگرز اعتکاف گاہ میں ناظم اعلیٰ محترم خرم نواز گنڈاپور کی خصوصی شرکت اور بچوں سے گفتگو

Monthly
DUKHTARAN-E-ISLAM
MAY-2023
LAHORE
Regd CPL No.45

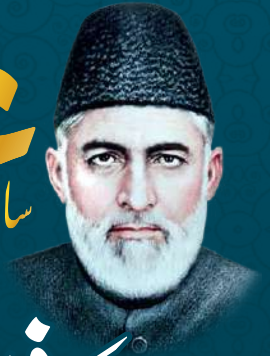

50 واں

ان شاءاللہ

سالانہ عرس مبارک

فرید ملت

ڈاکٹر فریدالدین قادری رحمۃ اللہ علیہ

والدگرامی

شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہرالقادری دامت برکاتہم العالیہ مدظلہ

خصوصی خطاب

جگر گوشہ حضور شیخ الاسلام

ڈاکٹر حسن محی الدین قادری

چیئرمین سپریم کونسل منہاج القرآن انٹرنیشنل

بتاریخ 7 مئی 2023 16 شوال 1444ھ بروز اتوار بعد از نماز عشاء

بمقام دار العلوم فریدیہ قادریہ ملحقہ دربار فرید ملت بستی لوہلے شاہ جھنگ صدر

زیرِ صدارت
صاحبزادہ محمد صبغت اللہ قادری
ایڈمنسٹریٹر دربار فرید ملت

زیرِ نگرانی
علامہ حافظ عبدالقدیر قادری
ڈائریکٹر دارالعلوم ہذا

ثناخوانِ مصطفی ﷺ
منظورِ نظر حضور شیخ الاسلام
شہزاد برادران صاحب
لاہور

ثناخوانِ مصطفی ﷺ
بین الاقوامی شہرت یافتہ
الحاج شہباز قمر فریدی صاحب

ثناخوانِ مصطفی ﷺ
محمد شکیل طاہر صاحب
لاہور

ثناخوانِ مصطفی ﷺ
بین الاقوامی شہرت یافتہ
الحاج محمد شہزاد حنیف مدنی صاحب

ثناخوانِ مصطفی ﷺ
حسان منہاج
الحاج محمد افضل نوشاہی صاحب

ثناخوانِ مصطفی ﷺ
حافظ محمد ارشد نقشبندی صاحب

خواتین کیلئے خصوصی سماعت کا اہتمام ہوگا

پروگرام کے اختتام پر لنگر کا خصوصی انتظام ہوگا

پروگرام

قرآن خوانی
بعد نماز فجر تا ظہر
غسل دربار شریف
بعد نماز ظہر
چادر پوشی
بعد نماز عصر
محفل ذکر مصطفی ﷺ
بعد نماز مغرب
خصوصی خطاب
بعد نماز عشاء

چیف آرگنائزر
محمد جوّاد حامد
نائب ناظم اعلیٰ ایڈمنسٹریشن واجتماعات
منہاج القرآن انٹرنیشنل

تلاوت
قاری سید خالد حمید کاظمی الازہری صاحب

نقیبِ محفل
بین الاقوامی شہرت یافتہ صاحبزادہ تسلیم احمد صابری صاحب
شہنشاہ نقابت معروف اسلامی سکالر صفدر علی محسن صاحب

خصوصی آمد مرکزی قائدین، مشائخ و سکالرز

صاحبزادہ محمد طاہر قادری و تحریک منہاج القرآن جھنگ
0334-6331063 , 0333-6767094